دارالعلوم حقانیہ
الحق

کاروانِ آخرت

رشحاتِ قلم

مولانا سمیع الحق

مرتب

مولانا محمد ابراہیم فانی

مشاہیر علماء، مشائخ، سیاسی زعماء، عالمی سیاستدانوں، ادباء، شعراء اور اہم شخصیات کی وفات پر مدیر "الحق" مولانا سمیع الحق کے سحر نگار قلم سے تعزیتی تاثرات، شذرات اور تبصرے

صفحات ۲۴۸
سنہری ڈائی دار جلد
قیمت ۵۰ روپے ۔ آج ہی طلب فرمائیے

مؤتمر المصنفین
دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک پشاور۔
پاکستان

اے بی سی آڈٹ بیورو آف سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

ماھنامہ

الحق

اکوڑہ خٹک

جلد ۲۵ شمارہ ۵

۱۰ ۱۴ھ ۹۰ ۱۹ء

بیاد حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مدیر حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ العالی

مدیر معاون : عبدالقیوم حقانی

ناظم : شفیق فاروقی

فون نمبر ڈائریکٹ ڈائلنگ سسٹم ۳۴۰ / ۳۴۱ / ۴۳۵ کوڈ نمبر ۰۵۲۳۱۷

اس شمارے کے مضامین

پاکستان میں سالانہ ۵۰/- روپے فی پرچہ ۵/- روپے بیرون ملک بحری ڈاک ۸/- پونڈ بیرون ملک ہوائی ڈاک ۱۲/- پونڈ

سمیع الحق استاذ دارالعلوم حقانیہ نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ "الحق" دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقشِ آغاز
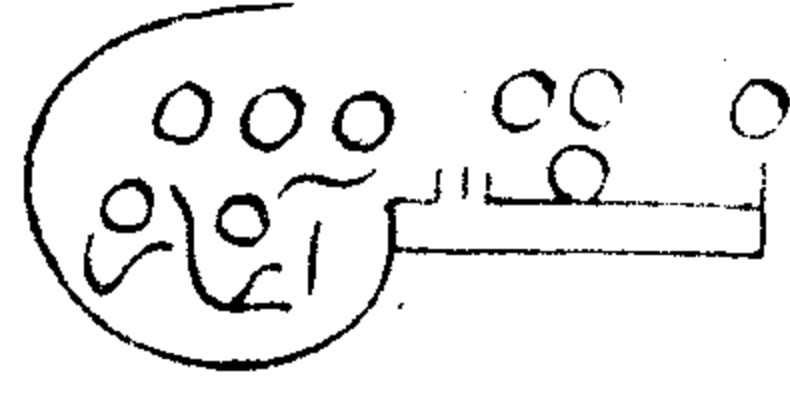
مکافاتِ عمل اور اِحتساب و اِنتباہ

ہمارا مخاطب کوئی بھی نہیں کہ سننے والا کوئی نہیں ؟ ؎ ہم اپنا رونا روئیں جا کر سامنے کس کے ،
رہا کون اپنے آنسو پونچھنے والا ہے روتے میں — لیکن ہم مخاطب ہیں ساری کائنات کے ہر فرد سے اور ہر اُس فرد
سے جو سننے کی قوت رکھتا ہے، جو دیکھنے کی استطاعت رکھتا ہے اور جو سوچنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

افغانستان کی حالتِ زار، لبنان کی صورتِ حال، بھارت میں خونِ مسلم کی ارزانی، آذربائیجان و کشمیر کے مسلمانوں کی کسمپرسی، کون ہے جس سے پوشیدہ ہو؟ کون ہے جو حقیقتِ حال سے بے خبر ہو؟ ؎

یہی بیکسی تھی تمام شب اسی بیکسی میں سحر ہوئی ۔۔۔ نہ کبھی چمن میں گذر ہوا نہ کبھی گلوں میں بسر ہوئی

یہ پکار سارے چمن میں تھی وہ سحر ہوئی وہ سحر ہوئی ۔۔۔ مرے آشیاں سے دھواں اٹھا تو مجھے بھی اسکی خبر ہوئی

رُوس کے مسلمانوں کو دیکھو کیا ہو رہا ہے؟ قبرص کے مسلمانوں کو دیکھو کیا ہو رہا ہے؟ عراق اور ایران میں دیکھو کیا ہو رہا ہے؟ اسپین میں دیکھو اسلامی شعائر کا مذاق اڑایا جا رہا ہے؟ خوب دیکھو، ٹٹول ٹٹول کر دیکھو، دکھائی دیتا ہے تو آج ہی دیکھو کہ امریکہ، برطانیہ، جاپان، فرانس، چین اور جنوبی افریقہ میں مسلمان کیا کر رہے ہیں؟ ہاں ہاں دیکھو! شام، مصر، ایران، سوڈان، لیبیا، سعودی عرب اور عراق کے مسلمان کیا کر رہے ہیں؟

پڑوسی ملک بھارت میں مسلمانوں کی تازہ ترین مظلومیت اور حالتِ زار دیکھو! چار سو سالہ قدیم بابری مسجد کی جگہ رام مندر کی تعمیر کے لئے مسجد سے متصل مندر کا سنگِ بنیاد رکھ دیا گیا۔ عالمِ اسلام سمیت پوری دنیا یہ منظر دیکھ رہی ہے کہ بھارت میں مسلمانوں کا نہ مال و جان محفوظ ہے اور نہ اُن کے عقائد اور عبادت گاہیں۔ ہزاروں مسلمان شہید کر دیئے گئے مسلمان عورتوں کی عصمتیں لوٹ کر قتل کر کے ان کی لاشیں تالابوں میں اور بعض کو زندہ کنوؤں میں پھینک دیا گیا۔ یکم نومبر کو ایک کنوئیں سے تیس لاشیں برآمد ہوئیں جو بوریوں میں لپٹی ہوئی تھیں۔ انہیں کم از کم دس روز پہلے ہلاک کر دیا گیا تھا — بھارتی فوج کے ایک میجر نے جب سو مسلمانوں کو فسادیوں سے بچا کر پولیس کے حوالے کر دیا اور انہوں نے ایک بند کمرے میں پناہ لے لی تو پولیس کی نگرانی میں وہ کمرہ بوچڑ خانے میں تبدیل کر دیا گیا اور وہاں سے خون کے دھارے بہہ بہہ کر اطراف کو لالہ زار کرتے رہے مگر اس سب کچھ کے باوجود پاکستان سمیت دنیا بھر کے اسلامی ممالک اس بنیادی

ـسانی مسئلے پر کوئی مؤثر آواز نہ اٹھا سکے۔ مسلم سربراہ کانفرنس (۱۰ ۔ ۵) میں اس مسئلہ کو اٹھانے کا قرعۂ فال دیکھئے
ـے کس کے نام نکلتا ہے؟ مگر حالت یہ ہے کہ تا ہنوز کسی بھی ملک کو مسلم وزرائے خارجہ کانفرنس کا اجلاس بلانے کی تجویز بھی پیش کرنے
ـکی جرأت نہ ہو سکی ۔

دوستوں کا کرم معاذاللہ
شکوۂ جورِ دشمناں نہ رہا

اور کشمیر میں جو خونِ مسلم سے ہولی کھیلی جا رہی ہے درندگی اور بہیمیت کے روح فرسا مناظر ساری دنیا دیکھ
ـرہی ہے۔ کیا اس سے کوئی ٹس سے مس ہوا؟ مسلم امہ نے اس میں کتنی دلچسپی لی؟ انسانی حقوق کے بلند بانگ دعوے
ـکرنے والوں نے ادھر جھانک کر دیکھنے کی بھی کوئی زحمت گوارا کر لی؟

آذربائی جان کے دارالحکومت میں روسی فوجوں کی سفاکی، بربریت اور اخلاق سوز، انسانیت سوز
ـرفتار سے پوری دنیا لرز اٹھی۔ ہزاروں مسلمان شہید کر دئیے گئے۔ ٹینکوں کے شعلوں اور خود کار مشینوں کی
ـل برساتی ہوئی گولیوں سے شہدا کی لاشوں کے چیتھڑے اڑا دئیے گئے ـــــ روس کی اس وحشیانہ کارروائی سے
ـساری دنیا ششدر رہ گئی۔ کہ بظاہر دو ہمسایہ ریاستوں کے جھگڑے میں ماسکو کو کسی ایک فریق کے خلاف اتنی
ـسخت کارروائی کرنے کا کیا حق حاصل تھا؟

تاہم اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ آذربائی جانی مسلمانوں کی بیداری اور پوری دنیائے انسانیت
ـکے مسلمانوں کا اسلام کی نشاۃِ ثانیہ کے لئے اٹھ کھڑے ہونا، افغان مجاہدین ہی کی لگائی ہوئی شمع ہے جس نے
ـایک روز بھڑک کر پوری دنیائے کفر و ظلمت کو تاراج کر خاکستر بنا دینا ہے انشاء اللہ

آذربائیجان میں حالیہ روسی بہیمیت اور وحشیانہ کارروائی بھی دراصل مسلمانوں کے ہاتھوں سے اپنے خطرناک اور بھیانک
ـمستقبل کی پیش بندی ہے کہ ع یہ بھڑک کر نہ کہیں آتش کا شانہ بنے

ـــــ دور نہیں اپنے ملک میں ہی دیکھو پاکستان کے مسلمانوں کو دھوکا دیا کرتے رہے اور اب کیا کر رہے ہیں؟

کیا حکمران جماعت سمیت ملک کے معروف سیاسی قائدین نے بحالیٔ جمہوریت کی تحریک نہیں چلائی تھی؟ جماعتی
ـبنیادوں پر الیکشن کرانے کے لیے جان کی بازی نہیں لگا دی تھی؟ جمہوریت کو بحال ہوئے ایک سال پورا ہو گیا ہے تو کیا
ـملک میں ہر طرف نہ سہی دارالحکومت کے عوام میں بھی کوئی خوشحالی کی جھلک پھوٹی؟ امن و امان ملک کے کسی بھی حصہ میں
ـقائم ہوا؟ رشوت روپوش ہو گئی؟ اقربا پروری اور صوبائی عصبیت ختم ہو گئی؟ ملکی سالمیت اور قومی وحدت میں استحکام
ـپیدا ہوا؟ یا انتشار اور باہمی منافرت کی فضا بڑھ گئی؟ ـــــ

رائیگاں سب فصلِ گل کی گلشن آرائی گئی اور ابھی جس قدر یہ زلف سلجھائی گئی

کل جب اسلام کے عظیم جرنیل قائدِ شریعت شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کی تحریک نفاذِ شریعت کے مقابلہ میں جمہوریت کو لایا جارہا تھا تو کیا ظالم کو مظلوم، قاتل کو مقتول، جارح کو مجروح اور جمہوریت کے دشمن کو اس کا دوست باور نہیں کرایا گیا تھا؟ جس کے ہاتھوں سے ہنوز قتلِ مسلم کا خون ٹپک رہا تھا، تو کیا اسے گلے نہیں لگایا گیا؟

اور اب جو خیر سے جمہوریت بحال ہوگئی تو رہنمایانِ قوم کس طرح بکے اور کس طرح جھکے؟ مؤقف بدلے، پلیٹ فارم تبدیل ہوئے، ضمیر نامی چیز عنقا ہوگئی، دنیا ہنستی رہی، ہم تماشا گاہِ عالم بنے رہے کہ ہمارے منتخب ممبرانِ قوم انسان ہوکر بھی بھیڑ بکری کی طرح مول لگتے رہے اور وہ بکتے رہے ؎

کتنا دکھ، کتنی جفا، کتنا ستم دیکھا ہے ہم نے اس عمر میں اِک عمر کا غم دیکھا ہے

اور اب کی جو مصیبت آئی ہے اور قوم پر نحوست و رسوائی کی سیاہ رات چھائی ہے، یہ روس یا امریکہ سے مسلط کرائی گئی یا بہی خواہانِ قوم اور ہمدردانِ ملت کے شانوں کے سہارے اور پیار ولار کے ثمرات ہیں جسے پوری قوم بھگت رہی ہے ملکی سیاست اور آئین و قانون کی سمتِ قبلہ تبدیل کردی گئی، قومی اقدار کی خشتِ اول تبدیل کردی گئی۔ فحاشی، عریانی اور اسلامی اقدار سے استہزا، سرِعام ہونے لگا، عورت کو خاتونِ خانہ کی بجائے "کرکٹ کی گیند بنادیا گیا" رسوائے زمانہ تنظیم "اپوا" کی پھر سے سرپرستی شروع کردی گئی، سرکاری سرپرستی میں محرمات کو پھر سے فروغ دیا جانے لگا، معمارانِ قوم اساتذۂ کرام کے جائز مطالبات کو تو درخورِ اعتنا نہیں سمجھا گیا بلکہ ظالمانہ جبری ریٹائرمنٹ کے ذریعہ ہزاروں افراد کے روزگار تباہ کردیئے گئے سیور ریفل ٹکٹ کے نام سے سادہ لوح افرادِ قوم کی جیبوں پر مہذب ڈاکہ ڈالا جانے لگا، صوبائی عصبیت کے عفریت کو دودھ پلایا جارہا ہے، کراچی کو لبنان کے سٹیج کی سطح پر لایا جارہا ہے، سندھ کے فسادات میں پردہ نشینوں کے ہاتھ مصروفِ کار ہیں ؎

اس فصلِ بہاری میں دل ٹوٹ گئے جتنے اتنے کسی موسم میں ٹوٹے نہیں پیمانے

اور خدا جانے آگے کیا ہونے والا ہے؟

دیکھو! ہم نے کل بھی یہی کہا تھا، گلا پھاڑ پھاڑ کر یہی کہا تھا جو کچھ آج پیش آرہا ہے یہی کچھ پیش ہونا تھا اور خدا کا شکر ہے کہ اب سب وہی کہنے لگے جسے کل ہم تنہا کہتے رہے تو گردن زدنی بھی تھے اور قابلِ ملامت بھی۔

غرض دیکھو اور خوب غور سے دیکھو! روس، امریکہ، برطانیہ، فرانس، بھارت، اسرائیل، فلپائن، جنوبی افریقہ اور یونان اسلام کے نام لیواؤں سے کیا سلوک کر رہے ہیں؟ ؎

باغباں تقسیم یوں کرتا ہے انعامِ بہار پھول اپنے واسطے، خارِ چمن میرے لیے

سُن لو، اچھی طرح سن لو!

کفارِ عالم مسلمانوں کو مٹانے پر تلے ہوئے ہیں، پاکستان کا حالیہ سیاہ ترین انقلاب ان کے ایسے ہی مذموم عزائم کا پیش خیمہ ہے۔

کفارِ عالم مسلمانوں میں باہمی سرپھٹول کرانے پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں، ملک بھر میں صوبائی اور لسانی وگروہی عصبیت کی لہر اسی کی واضح دلیل ہے۔

کفارِ عالم مسلمانوں کو شراب وشباب اور فحاشی و بدمعاشی کے حربوں سے ناکارہ و آوارہ بنانے کے درپے ہیں۔ سیف گیمز، پاکستانی خواتین کا کھیلوں میں حصہ تازہ ترین ریڈیو، ٹی وی اور نشریاتی پالیسی اسی سلسلۂ مذموم کی غلیظ کڑیاں ہیں۔

کفارِ عالم مسلمانوں کو اپنے مفادات کے ناطے بھیڑیے چیر پھاڑتے پر تلے ہوئے ہیں۔ غیرت وحمیت کی سرزمین افغانستان میں روسی بربریت، افغانستان کے بارہ میں امریکہ کی نئی حکمتِ عملی، پاکستان کا صحیح موقف سے انحراف اور خود پاکستان میں فرقہ واریت بالخصوص ایک فرقۂ مخصوصہ کی سرپرستی اور خون کی ندیاں بہا دینے کی دھمکیاں اسی سلسلہ کی صدائے بازگشت ہیں۔

کفارِ عالم اہلِ اسلام کو اپنے نظریاتِ باطلہ کے اپنانے کے لیے کیسے کیسے گھناؤنے حربے استعمال کر رہے ہیں۔ لادین صحافت، تازہ ترین صحافتی پالیسی، قومی اخبارات میں بڑی سطح پر تبدیلیاں، قادیانی تحریک کی حکومتی سرپرستی، اسلامی تہذیب و تمدن اور اسلامی تعلیمات کے خلاف مُضر مضامین کی اشاعت، باطل قوانین اور ازموں کی ترویج واشاعت بھی تو انہی کے نظریات کے فروغ وغلبہ کی تحریک کا ایک حصہ ہیں۔

کفارِ عالم مسلمانوں کو سلامتی کونسل، جنرل اسمبلی، سارک تنظیم، دولتِ مشترکہ اور غیر جانبدار کانفرنس کے شیطانی بیٹھوں پر سراب دکھا کر اپنے مظالم اور چیرہ دستیوں پر ریشمی پٹیاں باندھ کر انہیں سُلا دینے کے خوبصورت ہتھکنڈے استعمال کر رہے ہیں اور بعض اوقات مسلمان رہنماؤں کو اپنا آلۂ کار بنا کر اپنے مفادات اور مقصدِ کار کے حصول میں کامیاب رہتے ہیں ــــ پاکستانی وزیرِاعظم کی جانب سے جمہوری ممالک کی تنظیم کی تجویز بھی تو میٹھے میں زہر کے مترادف ہے۔ جس سے عرب اسلامی ممالک کٹ جائیں گے اور اسرائیل بہادر آگے آجائے گا۔

خدانخواستہ اگر یہ تجویز کامیاب بھی ہو جاتی ہے تو جمہوری ممالک کی یہ تنظیم عالمِ اسلام کے لیے ایک ناسُور سے کسی طرح بھی کم نہ ہوگی اور اس کا سہرا بھی موجودہ حکومت کے سر ہوگا ــــ

پھونک ڈالا ہے گلستاں کا گلستاں جس نے کون کہتا ہے تیرا شعلۂ رخسار نہیں

ہوش میں آؤ اے اسلامیانِ عالم! تم آپس میں باہم دست وگریباں کیوں ہو؟

عراق و ایران تم اکب تک آپس میں خون کی ہولی کھیلتے رہو گے ؟
ایرانیو! تم کب تک مقاماتِ مقدسہ کی توہین، حرمین شریفین پر یلغار اور عالم اسلام کے ممتاز ملکوں کو اپنی دھمکیوں سے نوازتے رہو گے ؟

پاکستان کے مسلمانو! تم کب تک کفارِ عالم کی "جمہوریت"، اشتراکیت اور تخریبی عوامل کو اپنوں پر آزماتے رہو گے ؟
مصریو، ترکیو، سوڈانیو، خلیجیو، شامیو، افریقیو، لیبیو، انڈونیشیو، بنگلہ دیشیو، اُردنیو! تم کب تک خوابِ غفلت میں پڑے رہو گے ؟ کہ

افغانستان، لبنان، قبرص، فلپائن، آذربائیجان، کشمیر، بھارت، روس اور پاکستان کے سندھ میں مسلمانوں کے لاشے تڑپتے رہیں، مائیں ممتا کو روتی رہیں، سہاگنیں بیوہ ہوتی رہیں، بھائی بہنوں کو اور بہنیں بھائیوں کو ترستی رہیں، عصمتوں کو گنواتی رہیں اور تم کروٹ بھی نہ بدلو ؟

اس وقت سے ڈرو مسلمانو! تم بھی، اور کفارِ عالم تم بھی ——— کہ مکافاتِ عمل اب دور نہیں ——— تم اپنے اپنے کیے کا پھل پانے والے ہو ——— ڈرو، ڈرو اُس ربِ جبار و قہار، عادل و منتقم سے کہ پھر اس وقت ظلم تم کو لے ڈوبیں گے کہ نہ تم نے ظلم کا مداوا کیا نہ ظالم کے ہاتھ توڑے نہ خود کو بچایا نہ ڈبونے والوں کی سرکوبی کی۔ یہ سب ظلم کی باتیں ہیں اور ظلم خدا کو کبھی پسند نہیں آیا۔

کُفّارِ عالم! تم بھی ظالم ہو کہ دوسروں پر ظلم کرتے ہو۔

مُسلمانو! تم بھی ظالم ہو کہ اپنے بھائیوں پر ظلم ہوتا دیکھ کر تم خوابِ غفلت سے جاگتے نہیں۔

سوچو! ——— اس وقت سے !! ——— جو آیا ہی چاہتا ہے !! ——— جسے تم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو، ——— مگر، ——— آنکھوں کو بند کر چکے ہو ——— لیکن ——— آنکھیں بند کر لینے سے آنے والا وقت ——— ہاں یقینی آنے والا وقت ——— ٹالا نہیں جا سکتا! ———

(عبدالقیوم حقانی)

جناب مولانا سمیع الحق، مدیر الحق

صحبتے با اہلِ حق

(شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے افادات اور گراں قدر ارشادات کا نادر خزانہ)

"صحبتے با اہل حق"، موتمر المصنفین دارالعلوم حقانیہ کی بتیسویں[۳۲] عظیم علمی، اصلاحی اور تاریخی پیش کش ہے جو محدث کبیر شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے علمی تبحر، دینی بصیرت، مجتہدانہ فکر و نظر، اسلامی سیاست، تفقہ فی الدین، اصلاح و انقلاب، تحریکِ غلبۂ اسلام، جہادِ افغانستان، اور تصوف و سلوک کے شناہکار، ملفوظات و ارشادات کا خزانہ اور ایمان و عقائد، عبادات و اعمال صالحہ۔ قرآن و حدیث، فقہ و مسائل حاضرہ، جہاد فی سبیل اللہ، تعلیم و تدریس، تربیت، و نظام تعلیم، تاریخ و تذکرۂ سلفِ صالحین۔ تبلیغ و سیاست، اہل اللہ بالخصوص اکابر علماء دیوبند کے واقعات۔ فقہ حنفی کی عظمت و جامعیت۔ فرق باطلہ کا تعاقب جیسے اہم اور سینکڑوں موضوعات پر فکر انگیز، ایمان پرور اور بصیرت افروز ملفوظات کا نادر مجموعہ ہے۔

جن میں عصر حاضر کے ذوق و مزاج کے مطابق زندگی کی اصلاح کا پیغام، ایمان و یقین کی احسانی کیفیت پیدا کرنے کا وافر سامان اور حکایات و تمثیلات کے پیرائے میں اسلامی تعلیمات کا عطر اور محمدی ہدایات کا لب لباب آگیا ہے۔

حضرت شیخ الحدیثؒ کے نادر افادات کا یہ مجموعہ ———————— مولانا عبدالقیوم ———————— حقانی کے ذوقِ تالیف، کمالِ ضبط اور حسنِ ترتیب و تدوین کا حسین نمونہ ہے۔

جس کے آغاز میں حضرت شیخ الحدیثؒ کے جانشین اور دارالعلوم حقانیہ کے مہتمم حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ کی ایک عالمانہ اور فاضلانہ تحریر بطور پیش لفظ کے شریک ہے جس

بس صاحبِ ملفوظات کی سیرت کے ایک خاص پہلو کی توضیح ، افادات کی اہمیت وضرورت اور پوری کتاب کا ایک جامع تعارف آگیا ہے ۔ ذیل میں افادۂ عام کے پیشِ نظر نذر قارئین ہے ۔ (ادارہ)

مشائخ و علماء اہل اللہ اور اہلِ دل حضرات کے مجالس ، ارشادات ، ملفوظات اور ان کی علمی و دینی اور روحانی گفتگو اور افادات ضبط کرکے شائع کرنے کا سلسلہ اسلام کی تاریخ میں ابتداء سے اور خصوصاً برصغیر میں تو بہت قدیم ہی سے چلا آرہا ہے ۔

سلفِ صالحین کا یہ طریقِ کار ، اولیاء کے مجالس کی حفاظت و اشاعت اور اس کی باقاعدہ ترتیب و تدوین پر مستقل تصنیفات ، ایک بڑا مبارک ، نہایت دانشمندانہ اور بے حد نافع تالیفی اقدام تھا ۔ زمانۂ قریب میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے مجالس کے ضبط و حفاظت اور وسیع سطح پر ان کی اشاعت کا جو اہتمام لیا گیا اس کی تو کہیں نظیر ہی نہیں ملتی ۔ اور ابھی قریبی ایام میں حضرت مولانا شاہ محمد یعقوب صاحب مجددیؒ کے مجالس کو مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ نے "صحبتے با اہلِ دل" کے نام سے اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ کے مجالس کو "صحبتے با اولیاء" کے نام سے مرتب کیا گیا ہے ۔ جسے علمی و دینی حلقوں میں بے حد پسند کیا گیا اور اس سے خلقِ خدا کو نفع بھی پہنچا ۔ اور اب محبِ مکرم فاضل گرامی حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی نے محدثِ کبیر قائدِ شریعت شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب نور اللہ مرقدہ بانی دارالعلوم حقانیہ کے مجالس وارشادات کو سلفِ صالحین کی اتباع اور تقلید میں "صحبتے با اہلِ حق" کے نام سے ضبط و مرتب کر کے اس سلسلۂ مبارکہ کے تسلسل کو باقی رکھتے ہوئے ایک مفید اور بے حد نافع اضافہ کیا ہے ۔

صدیقِ مکرم حقانی صاحب نے حضرت شیخ الحدیث کے تلامذہ و مستفیدین ، محبین و متوسلین ، عامۃ المسلمین اور جملہ معتقدین پر بہت بڑا احسان کیا ۔ مورخین اور سوانح نگاروں کی مدد فرمائی اور حضرت کے خصائل و خصوصیات سے بلاواسطہ اور بلاوثوق طریقہ پر واقف ہونے کا ایک ایسا ذریعہ پیدا کر دیا جس سے زیادہ مستند اور یقینی ذریعہ عرصہ تک رفاقت و معیت ، خدمت و استفادہ اور افادات کے باقاعدگی سے ضبط و حفاظت کے اہتمام کے بغیر کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا ہے اور جو اب حضرتؒ کے سانحہ ارتحال کے بعد ناممکن ہے ۔

"صحبتے با اہل حق" حضرت شیخ الحدیثؒ کی شخصیت و سیرت، خیالات و افکار، حقیقی ذوق و مزاج اور دینی و علمی خصوصیات کا سب سے زیادہ جامع مرقع ہے۔ حضرت کے صحیح تعارف، اور ان کے فیض و برکت کی اشاعت اور ان کی اصل شخصیت اور اس کی جامعیت و افادیت کے لئے اس کی اشاعت کی واقعۃً بھی ضرورت تھی۔

حضرت کے ان مجالس و ارشادات میں جو تعلیم و ہدایت اور جو زندگی اور بے ساختگی پائی جاتی ہے وہ قدرتی طور پر عام علمی تصنیفات، طویل علمی و ادبی تحریرات و قیع مضامین اور مبسوط کتب میں نہیں ملتی۔

حضرت شیخ الحدیثؒ کو تمام عمر دین کی تبلیغ و اشاعت، درس و تدریس، طلبہ علوم دینیہ کی خدمت و تربیت، مواعظ و نصیحت، دعوت و ارشاد، اور اصلاح انقلاب امت کے کام سے حیرت انگیز شغف تھا۔ وہ اپنے اہداف و مقاصد کی تحصیل اور خالص دینی کام کی تکمیل میں اس قدر استغراق، خود فراموشی والہیت اور جذب و کیف کے ساتھ مشغول رہتے کہ اب محدود اور بے روح الفاظ سے اس کی حقیقی واقعہ نگاری صحیح منظر اور تصویر کشی ناممکن ہے۔ تھکا دینے والے مشاغل اور مصروفیات کے باوجود ہمہ لمحہ تازہ دم رہتے جس کی عشق و محبت تائید الٰہی اور نصرت غیبی کے سوا کوئی دوسری توجیہ ممکن نظر نہیں آتی۔

آپ کے مواعظ و مجالس اور ارشادات و مصاحبت کے نقد اثرات، حاضرین و سامعین اور تلامذہ و خدام کھلے آنکھوں محسوس کرتے جس سے ہزاروں کی زندگیوں میں تبدیلی آئی۔ رات کے ذاکر، دن کے سپاہی بنے دارالحدیث میں مغازی پڑھنے والوں نے جہاد افغانستان کے میدان کارزار کے دارالعمل میں اپنے پڑھے ہوئے سبق کو عملاً دہرایا اور کامیاب رہے۔ آپ کے مجالس کے اثرات اتنے گہرے ہوتے کہ صورت و سیرت، زندگی و معاشرت حتیٰ کہ سوچنے اور بولنے کا طریقہ تک بدل جاتا۔ بالخصوص فضلائے دارالعلوم میں سینکڑوں ایسے ہیں جو ان کی زبان بولنے لگے جن کی دعاؤں میں ان کی دعاؤں کا رنگ آ گیا۔

کتنے آزاد منش، مغربی تہذیب کے دلدادگان، ان کی صحبت کیمیا اثر سے درویش صفت، فقیر منش، جفاکش اور مجاہد بن گئے۔ ہزاروں نوجوان طلبہ آپ کی نظر توجہ، دعا و التفات اور تعلیم و تربیت سے محدث، مفسر، مفتی، عالم فقیہہ، قومی رہنما، غازی و مجاہد، جہاد افغانستان کے کمانڈان، جرنیل اور میدان کارزار کے سپاہی بن گئے۔ صرف یہ نہیں بلکہ میدان کارزار میں ان کا ذوق عبادت، خشیت و انابت، بے نفسی اور تواضع دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قائد شریعت حضرت شیخ الحدیثؒ پھر سے جواں ہو کر عملاً روسی دشمن

سے نبرد آزما ہونے کے لئے میدانِ کارزار میں آگئے ہیں۔ بارہا یہ بھی مشاہدہ میں آیا اور دور دراز ملکوں سے آنے
والوں نے بھی آپ کی فیضِ صحبت سے فیض یاب ہونے کے بعد خود دیکھا کہ آپ جہاں بھی جائیں تو ایسے لوگ ضرور
مل جائیں گے جو حضرتؒ کی خدمت و معیت استفادہ و تلمذ یا صرف چند روزہ بلکہ چند لمحوں کی صحبت سے
سعادت مند اور ارشادات سے اتنے متاثر ہوئے کہ ان کی زندگی میں اسلامی اور ایمانی انقلاب آگیا۔ ان کے
اندر ایک خاص طرح کے ایمان و یقین کی کیفیت، دعوت کی سرگرمی، دعا کا سلیقہ۔ نمازوں میں کیفیت ا
آثار و جہاد کی عادت پیدا ہوگئی۔

خدا تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں اور اس کے اولیاء کی زندگی کا آخری دور جو پیمانۂ عمر کے لبریز ہونے
پیمانۂ جذب و شوق کے چھلکنے اور ان کے علمی و روحانی فیوضات و برکات اور کمالات کے ظہور کا خاص زما
ہوتا ہے۔ اللہ کریم نے اسی زمانے میں مولانا عبدالقیوم حقانی کو حضرت شیخ الحدیثؒ کی خدمت و معیت
استفادہ و کسبِ فیض اور اعتماد و قربِ خاص میں رکھ کر ان کے علوم و معارف کی حفاظت اور خود حقا
صاحب کو علمی و روحانی سعادت مندی، تربیت و استفادہ اور ترقی کا بہترین موقع مرحمت فرمایا۔

اکابر اور مشائخ کی زندگی کے آخری لمحات، ان کی ریاضت و محنت اور زندگی بھر کے مجاہدات کا
ہوتے ہیں۔ جن میں برسوں کی راہ مہینوں اور مہینوں کی راہ دنوں اور ساعتوں میں طے کرتے اور کراتے ہیں۔
حقانی صاحب موصوف کو بھی حضرت شیخ الحدیثؒ کی زندگی کے یہی لمحات میسر آئے۔ اور انہوں نے خوب
حضرت کی شفقتیں، توجہات، محبتیں، دعائیں اور خدمت کی سعادتیں حاصل کیں۔ انہیں اپنے شیخؒ سے
وخدمت کے ان ایام میں شیخؒ کے عمیق مطالعہ، دقیق فہم اور خصوصی تحقیقات و توجیہات سے خدا
مناسبت پیدا ہوگئی۔ اور وہ اس سے ایک حظِ وافر حاصل کرتے رہے۔ حقانی صاحب سے حضر
شیخ الحدیثؒ کی نظرِ عنایت اور تعلقِ خاطر اس لئے بھی روز افزوں رہا کہ انہوں نے دارالعلوم میں
کے ذاتی، علمی اور تعلیمی امور کے سلسلہ میں مفوضہ خدمات کی تکمیل کو اپنا ذوقی مشغلہ سمجھ کر دل و جا
عزیز رکھا۔ یہی وہ راہ تھی جو حضرت شیخؒ کی خصوصی توجہ و دعا، قربت و اختصاص اور شفقت و اعتماد کا
حضرت شیخ الحدیثؒ کی صحبتیں ان کی سیرت و اخلاق، تدریس و تبلیغ، تصنیف تالیف اور
کی تشکیل میں ایک مؤثر وسیلہ ثابت ہوئیں۔ موصوف نے حضرتؒ کی زندگی میں اُن کی ترغیب او
و دعا سے علمی ترقیوں اور سلسلہ تصنیف و تالیف کا آغاز کیا۔ دفاع امام ابوحنیفہؒ اور علماء احنافؒ
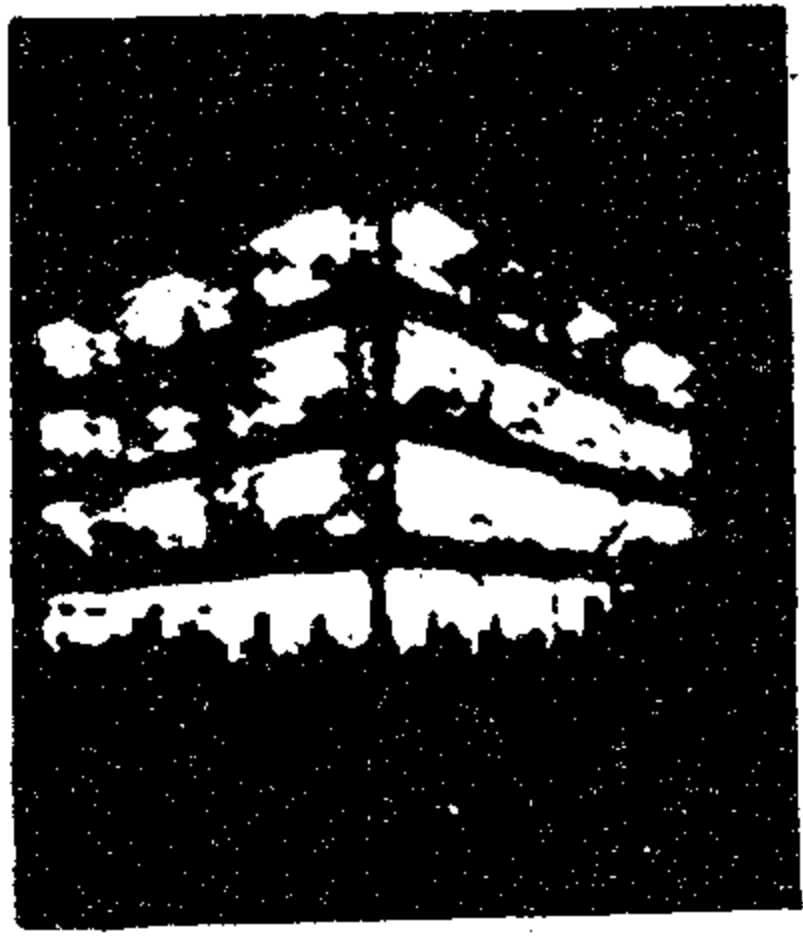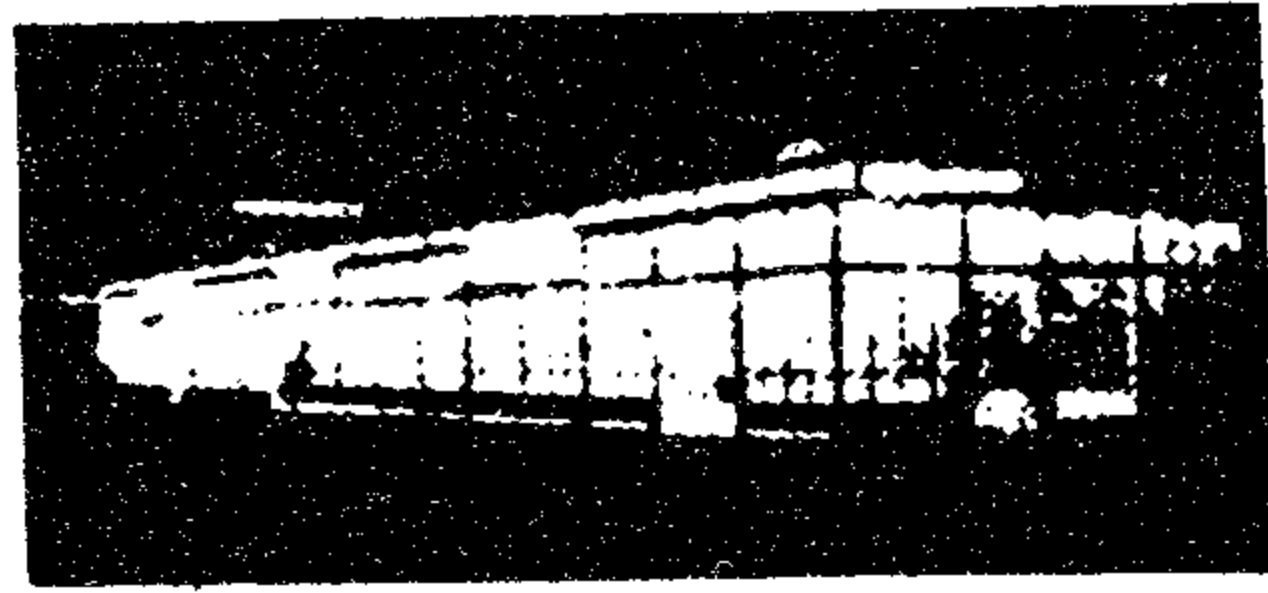
بقیہ
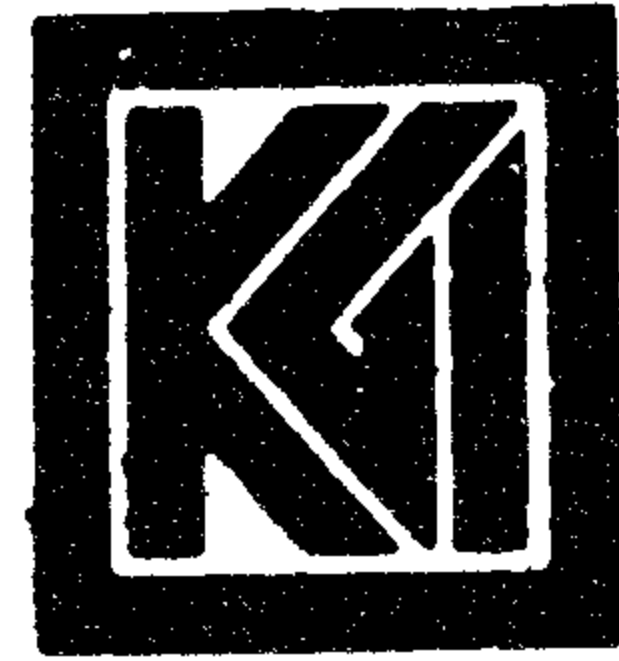
حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ

جہاد افغانستان

اور

امریکی پالیسی میں تبدیلی

دار العلوم حقانیہ کے مہتمم اور ماہنامہ الحق کے مدیر حضرت مولانا سمیع الحق نے اپنے حالیہ دورہ امریکہ کے موقع پر واشنگٹن میں وائس آف امریکہ کے ساتھ افغانستان کے مسئلہ پر بات چیت کی۔ ذیل میں وائس آف امریکہ سے نشر شدہ انٹرویو کا ٹیپ متن، وائس آف امریکہ کے شکریہ کے ساتھ پیش خدمت ہے (ادارہ)

یہ واشنگٹن ہے۔ محترم سامعین جمعیت علماء اسلام پاکستان کے مرکزی جنرل سیکرٹری اور ایوان بالا پاکستان کے معزز رکن سینیٹر مولانا سمیع الحق کے ساتھ ہمارے نمائندے کا انٹرویو سماعت فرمایئے۔

جناب مولانا سمیع الحق صاحب کچھ دن پہلے ایک اسلامی کانفرنس میں شرکت کی غرض سے شکاگو تشریف لائے تھے اور یہ واشنگٹن میں ہمارے اسٹوڈیو میں ان کا انٹرویو سنئے۔

س۔ مولانا صاحب یہ فرمائیں کہ امریکہ کس لئے تشریف آوری ہوئی؟

مولانا سمیع الحق۔ شکاگو میں ایک اسلامی کانفرنس تھی، ختم نبوت اور حجیت حدیث کے موضوع پر اور امریکہ کی اسلامی تنظیموں اور علماء نے مجھے دعوت دی تھی۔ اصل میں تو اس لئے آیا تھا۔ پھر میں نے ضروری سمجھا کہ ایک دو دن کے واسطے واشنگٹن بھی جاؤں۔ افغانستان کا جہاد ایک نازک مرحلے پر پہنچ گیا ہے لیکن جہاد افغانستان میں ہمارے بڑے بڑے علماء بھی شہید ہوئے ہیں اور انہوں نے سولہ لاکھ مسلمانوں کی قربانی دی ہے۔ اور لاکھوں لوگ ملک سے باہر دربدر پھر رہے ہیں۔ تیس لاکھ پاکستان میں اور باقی دوسرے ملکوں میں ہیں۔ یہ تاریخ کا ایک عظیم جہاد ہے اور غیر مسلم قوتوں کو یہ معلوم ہوگیا ہے کہ جہاد ایک بڑی قوت ہے روس جیسی سپر طاقت نکل جانے پر مجبور ہوگئی ہے۔

اب ہم کچھ تبدیلی محسوس کر رہے ہیں۔ جب سے روس واپس ہوا ہے امریکہ نے بھی اپنی پالیسی بدل دی

شروع کردی ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ جہاد افغانستان اپنے منطقی نتائج تک پہنچے اور اللہ تعالیٰ وہاں ایک مضبوط اور مستحکم اور افغانستان کے عوام کو قابل قبول حکومت مجاہدین کے ذریعہ قائم کردیں۔ اس سلسلے میں، میں چاہتا ہوں کہ امریکہ کے ایوان نمائندگان، کانگریس اور سینیٹ کے بعض ارکان کے ساتھ بات چیت کروں۔

س ــ آپ کا کیا خیال ہے؟ اب تو روسی افغانستان سے چلے گئے ہیں اور افغانی اپنے درمیان جنگ کر رہے ہیں یہ موضوع کس طرح ہوگا؟

مولانا سمیع الحق ۔ روسی برائے نام تو افغانستان سے چلے گئے ہیں لیکن عملاً اب بھی روس اس جنگ میں شریک ہے یہ سب قتل و غارت گری روسیوں کے ذریعے اب بھی جاری ہے۔ روس نے خود اعتراف کیا ہے کہ چار ملین ڈالر اسلحہ ہم نے بھیجا ہے ۔ اور اسلحے سے بھرے ہوئے جہاز آتے ہیں۔ ان کے ایڈوائزر موجود ہیں اور مجاہدین کے مقابلے میں جتنے وسائل ہیں اسلحہ ہے، قوت ہے، سب روس استعمال کر رہا ہے ۔ اس لئے روس حقیقت میں نہیں گیا ہے۔ اب اگر امریکہ یا دیگر قوتیں یہ چاہتی ہیں کہ نجیب بھی حکومت میں شریک ہو جائے یا باہر سے ایک آدمی کو لایا جائے اور اس کو مسلط کیا جائے مجاہدین پر اور افغانستان پر، تو اس پر افغان عوام مطمئن نہ ہوں گے ۔ اور جب تک مطمئن نہ ہوں گے جنگ جاری رہے گی۔

س ــ بات یہ ہے مولانا صاحب کہ افغانستان میں سیاسی قوتیں ہیں، جہاد ہے ۔ جہاد نے ایک نتیجہ دیا کہ روسی نکل گئے تو اب بالکل دوسرا موضوع ہے یعنی اب روسی فوج جنگ نہیں کر رہی افغانیوں کے ساتھ اور وہاں اس میں شک نہیں کہ اس میں پاکستان کی حکومت مجاہدین کے ساتھ امداد کر رہی تھی ۔ امریکہ بھی امداد کر رہا تھا۔ آپ کہتے ہیں کہ جنگ جاری رہے گی ۔ یعنی نجیب درمیان سے چلا جائے جنگ کے ذریعہ اور وہاں کس قسم کی حکومت آئے؟ ......

مولانا سمیع الحق ۔ ہم تو کہتے ہیں کہ جنگ بالکل ختم ہو جائے اور امن و امان قائم ہو جائے لیکن مجاہدین کی مرضی کے خلاف جو بھی فیصلہ ہوا ۔ نجیب اس میں شریک ہو یا باہر سے ظاہر شاہ آ جائے ۔ تو اس صورت میں مجاہدین مطمئن نہ ہوں گے اور جب مطمئن نہیں ہوں گے تو لازماً جنگ جاری رہے گی ۔

س ــ میں یہ بات کہہ رہا ہوں کہ مجاہدین سے آپ کا کیا مطلب ہے؟ وہ لوگ جو افغانستان میں جنگ کر رہے ہیں وہ رائے دیں اور وہ ووٹ دیں کہ کس کو چاہتے ہیں یا آپ کا مطلب ان سات تنظیموں کے سربراہ ہیں جن کو پاکستان نے بنایا ہے ان کو تو افغان عوام تسلیم نہیں کریں گے ۔

مولانا سمیع الحق ۔ یہ سات تنظیموں کے مجاہدین یہی لوگ ہیں جو افغانستان کے اندر جنگ کر رہے ہیں ۔ اور میرے خیال میں

ان جماعتوں سے آزاد کوئی بھی نہیں ہے۔ بلکہ وہ لوگ ان کے ساتھ وابستہ ہیں۔ اور اس نظم کے ساتھ وہ جماعتیں افغانستان کے اندر لڑ رہی ہیں۔

س۔ یہ سات تنظیمیں تو پاکستان میں بنی ہیں انہوں نے اس مرحلے میں کیا جہاد کیا ہے کہ روسیوں کو نکالا ہے بہت مبارک اور اچھا کام ہے لیکن بات یہ ہے کہ افغانستان کے لوگوں کے نمائندے نہیں کسی نے ان کو ووٹ نہیں دیا۔ کون کہتا ہے کہ یہ لوگ افغانستان کے عوام کی نمائندگی کرتے ہیں۔

مولانا سمیع الحق۔ ان کو افغانستان سے نکلنے پر مجبور کر دیا گیا۔ وہاں بمباری ہو رہی ہے اس لئے پاکستان نے ان کو پناہ دی۔ نہ پاکستان اس جنگ میں شریک ہوا ہے۔ اور نہ ہی یہ تنظیمیں ہم نے بنائی ہیں۔ ان تنظیموں کے ذریعے یہ جہاد ہوا ہے اور اب ان کو نکلنے پر مجبور کر دیا گیا ہے۔ تو میرے خیال میں ان تنظیموں کے سوا اور کوئی ایسی قوت نہیں جو افغانستان میں ایک فیصلہ کرے۔

س۔ ہمیں افغانستان کے عوام کے ارادوں کو دیکھنا چاہیے کہ افغانستان کی اکثریت کیا چاہتی ہے ؟ ڈیموکریٹک کو چاہتے ہیں یا مولوی کو۔ انھوں کو چاہتے ہیں یا کسی اور کو، ظاہر شاہ کو چاہتے ہیں یا ان سات تنظیموں کو یا جس کو بھی چاہتے ہیں یہ عوام فیصلہ کریں گے۔

مولانا سمیع الحق۔ لیکن یہ اس صورت میں جب کہ عبوری حکومت کو عملی شکل میں تسلیم کر لیا جائے اور عبوری حکومت کو تسلیم کرنے کے ساتھ ساتھ یہ فیصلہ کیا جائے کہ عبوری حکومت کی نگرانی میں آزادانہ انتخابات کرائے جائیں۔

س۔ کونسی عبوری حکومت ؟

مولانا سمیع الحق۔ یہ موجودہ عبوری حکومت کا ڈھانچہ جو قائم ہے کہ ان مجاہدین نے ملک کو آزاد کرایا ہے۔

س۔ ملک تو آزاد کرایا ہے لیکن لوگ کہتے ہیں کہ یہ پاکستان کی حکومت نے بنائی ہے۔

مولانا سمیع الحق۔ یہ تو جی سامراج کا پروپیگنڈا ہے۔ ان کے مجاہدین نے ملک آزاد کرایا ہے ان کے مہاجرین نے قربانیاں دی ہیں۔

س۔ مجاہدین تو افغانستان کے لوگ ہیں نا ؟

مولانا سمیع الحق۔ جی بالکل افغانستان ہی کے لوگ ہیں۔ پاکستان اس مسئلہ میں کسی قسم کا فریق نہیں ہے پاکستان نے تو مہاجرین کو پناہ دی ہے جو ایک اسلامی فریضہ ہے

س۔ اکثر لوگوں کا یہ خیال ہے کہ ایسی شرائط طے پا جائیں کہ ایک عبوری حکومت قائم ہو جائے۔ جس میں افغانستان کے عوام بھی ہوں۔ ساتوں تنظیموں کے نمائندے بھی اس میں شامل ہوں۔ ظاہر شاہ اور دوسرے لوگ بھی اس میں ہوں۔ پھر انتخابات کرائے جائیں آپ اس سوچ کے ہم خیال نہیں ؟

مولانا سمیع الحق ۔ ہم تو کہتے ہیں کہ اگر ظاہر شاہ واپس آجائے تو یہ لوگ جنہوں نے جہاد کیا ہے اور ملک کو آزاد کرایا ہے اور بہت بڑی قربانیاں دی ہیں جس شخص کے ہاتھوں اتنا بڑا طوفان، بربادی و تباہی آئی ہے ۔ اب یہ لوگ کیسے برداشت کریں گے کہ ظاہر شاہ کو ان پر مسلط کر دیا جائے ۔ لہٰذا بغاوتیں ہوں گی، جنگ ہو گی ۔ اور خانہ جنگی کا سلسلہ جاری رہے گا ۔ امن کی کوئی صورت میرے خیال میں قائم نہ ہو سکے گی ۔

س ۔ جن لوگوں نے افغانستان میں سروے کیا ہے ان کا کہنا ہے کہ پچاسی فیصد (۸۵٪) لوگ ظاہر شاہ کے حامی ہیں ۔ اور جو لوگ لڑ رہے ہیں اور اپنی جان و اولاد کو قربان کر رہے ہیں وہی لوگ ظاہر شاہ کو چاہتے ہیں

مولانا سمیع الحق ۔ میرا خیال ہے کہ روس، نجیب اللہ کے ذریعے اپنا مقصد حاصل کرنا چاہتا تھا ۔ اب امریکہ چاہتا ہے کہ میں اس کی جگہ لے لوں ۔ اور ظاہر شاہ کے ذریعے اپنے مقاصد حاصل کروں ۔ اور افغانستان کو اپنی گرفت اور کنٹرول میں رکھوں ۔

س ۔ مولانا صاحب بات ایسی نہیں ۔ ظاہر شاہ تو روم میں بیٹھا ہوا ہے اور امریکہ کا پیسہ، اسلحہ امداد ڈالر تو یہاں آتے ہیں اور تنظیموں کو دئے جاتے ہیں ۔ اور ظاہر شاہ کو کوئی نہیں دیتا ۔

مولانا سمیع الحق ۔ اصل میں یہ عظیم بحران جو افغانستان میں آیا ہے اور ظاہر شاہ اطمینان سے روم میں بیٹھا رہا یہی اس کا بہت بڑا جرم ہے کہ اس کا ملک جل رہا تھا، تباہ ہو رہا تھا اور اس نے اس میں کچھ حصہ نہ لیا ۔

س ۔ اس نے چار دفعہ پاکستان سے اجازت مانگی کہ پاکستان آئے ۔ لیکن ضیاء الحق نے اس کو اجازت نہ دی کہ پاکستان آئے اور جہاد میں حصہ لے ۔

مولانا سمیع الحق ۔ بہرحال اس کی ذمہ داری تھی کہ افغانستان پہنچتا اور وہاں موثر کردار ادا کرتا ۔ اپنے جرم کو چھپانا اور اسے پاکستان کے سر تھوپنا یہ تو عذر گناہ بدتر از گناہ سے بھی بدتر ہے ؎

علوم طبعی کی اہمیت قرآن کی نظر میں!

اس قسم کی دیگر آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ مذاہب عالم میں قرآن حکیم ہی وہ واحد صحیفہ ہے جو نوع انسانی کے سامنے عقلی اور سائنٹیفک انداز میں اپنی دعوت پیش کرتا ہے کیونکہ اس طریقے کے مطابق انسان کو جو علم حاصل ہوگا وہ مضبوط و پائیدار ہوگا۔ کیونکہ وہ مضبوط علمی بنیادوں پر مبنی ہونے کی وجہ سے ہر قسم کے فکری طوفانوں کے مقابلے میں غیر متزلزل رہے گا۔ لہٰذا ایمان و یقین کی مضبوطی کے لئے اس علم کا وجود بہت ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے اس علم کو اتنی اہمیت دیتے ہوئے اسے اپنے صحیفۂ ابدی میں نمایاں جگہ دی ہے تاکہ اس کے پیرو ہر دور کے باطل اور باطل قوتوں کا مقابلہ پوری پامردی کے ساتھ کرتے ہوئے باطل افکار و فلسفوں کے مقابلے میں دین حق کی برتری ثابت کریں۔ اس اعتبار سے یہ ایک ایسا فریضہ ہے جو علمائے اسلام پر خدا کی جانب سے عائد ہوتا ہے۔ کہ وہ اس کی ضرورت و اہمیت کو سمجھیں اور اس میدان کو سر کر کے عالم انسانی کی رہنمائی کریں اور اس لحاظ سے آج عالم انسانی کی راہ نمائی کریں۔ اور اس لحاظ سے آج عالم انسانی علمائے اسلام کی راہ نمائی کا منتظر ہے۔

علماء زمین میں اللہ کے امین غرض اس قسم کی بہت سی آیات ہیں جن سے علم شریعت کے ساتھ ساتھ علم طبیعی یا علم اشیاء کی اہمیت و فضیلت بھی ثابت ہوتی ہے اور ان دونوں کے جامع علماء ہی مکمل علم کے حامل ہو سکتے ہیں۔ ورنہ جو لوگ ان میں سے کسی ایک ہی علم کے حامل ہوں تو گویا کہ وہ "آدھے علم" کے وارث ہوں گے۔ کیونکہ ان دونوں کی تقسیم و تفریق سے معاشرہ میں اونچ و نیچ اور افراط و تفریط پیدا ہوگی۔ اور ناقابل حل مسائل کھڑے ہوں گے جو جھگڑے اور فسادات کو جنم دیں گے۔ جیسا کہ آج واقعات کی دنیا میں یہ صورت حال در پیش ہے۔ چنانچہ قدیم اور جدید کی تقسیم کی وجہ سے ان دونوں علوم کے دھارے الگ ہی الگ بہہ رہے ہیں۔ اور ان

دونوں میں ربط و تعلق اور ایک دوسرے کی ہمنوائی کے بجائے باہمی تصادم اور معرکہ آرائی دکھائی دیتی ہے حالانکہ ان دونوں میں حقیقتاً کسی قسم کا تعارض و تضاد موجود نہیں۔ لہٰذا ان دونوں علوم کو پھر سے ملانا اور ان کے درمیان کھڑی کی ہوئی مصنوعی خلیجوں کو پاٹنا ضروری ہے۔ تاکہ قرون وسطی کے اسلامی دور کی طرح موجودہ دور میں بھی ملت اسلامیہ کی نشاۃ ثانیہ یا دوبارہ سربلندی کا سامان فراہم ہو۔ کیونکہ موجودہ دور میں کوئی بھی قوم جدید علوم و فنون سے بیگانہ رہ کر نہ اپنے آپ کو ترقی یافتہ ثابت کر سکتی ہے اور نہ اپنے دین و مذہب کا صحیح معنوں میں دفاع کر سکتی ہے۔ کیونکہ نئے علوم اور نئے افکار نے مذاہب عالم کی چولیں ہلا کر رکھ دی ہیں اس حیثیت سے ملت اسلامیہ کو آج نہ صرف اپنے وجود کو باقی رکھنے کے لئے ان علوم میں دسترس حاصل کرنا ضروری ہے بلکہ درحقیقت ان کے ذریعہ خود اپنے دین و ایمان کو بھی مضبوط بنانا ہے۔ اس طرح ان علوم کے ذریعہ دوہرے فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔ لیکن ان علوم سے کنارہ کشی کے باعث نہ صرف ہم خود کمزور ہوں گے بلکہ ہمارا دین اور ہماری شریعت بھی عقلی و سائنٹیفک استدلال کے میدان میں کمزور رہے گی۔ اسی وجہ سے قرآن حکیم کو ہر قسم کے "ہتھیاروں" سے مسلح کیا گیا ہے تاکہ وہ دلیل و استدلال کے میدان میں ہمیشہ سدا بہار رہے۔ اور اس کے دلائل کسی بھی دور میں فرسودہ یا آؤٹ آف ڈیٹ نہ ہونے پائیں۔ یہ خدائے ازل کی عجیب و غریب حکمت و منصوبہ بندی ہے۔

بہرحال اس موقع پر یہ حقیقت تسلیم کئے بغیر چارہ کار نہیں ہے کہ یہ اور اسی قسم کی دیگر آیات کے تقاضوں کے مطابق مظاہر عالم میں غور و خوض اور تفکر و تدبر کی بدولت نئے نئے حقائق و بصائر منظر عام پر آئیں گے جو نئے علوم اور فنون کو جنم دینے والے ہوں گے۔ اس اعتبار سے وہ جدید علوم جو مظاہر کائنات میں غور و فکر کے نتیجے میں وجود میں آچکے ہیں۔ وہ سب اس قرآنی دعوت فکر ہی کا نتیجہ ہیں۔ لہٰذا ان علوم کا انکار کرنا یا یہ کہنا کہ جدید علوم و مسائل کا قرآن سے کوئی تعلق ہی نہیں ہو سکتا۔ دین کی کوئی خدمت نہیں بلکہ دین ابدی کی اصلیت سے ناواقفیت کی واضح دلیل ہے اور ایسے لوگ نوع انسانی کو صحیح راہ ہدایت دکھانے کے بجائے اسے مزید برگشتہ کرنے اور دین کی اصلیت کو مشتبہ کرنے کا باعث ہوں گے۔ موجودہ دور میں دین سے عمومی بیزاری کا ایک بڑا سبب اسی قسم کی علم بیزاری ہے جس کو اب بالکل ختم کرنا اور حقیقت پسندانہ رویہ اختیار کرنا چاہئے۔

واقعہ یہ ہے کہ آج جدید تعلیم یافتہ طبقہ جس طرح "دین بیزار" ہے۔ اسی طرح ہمارا قدیم طبقہ "علم بیزار" دکھائی دیتا ہے۔ اور اس کی وجہ آپس کی غلط فہمیاں ہیں۔ اور یہ غلط فہمیاں جب تک دور نہ ہوں گی ان دونوں طبقوں

کا پورے شبہ و شکر ہونا ممکن نہیں ہے ۔ مگر اس کے لئے پہل دیندار طبقے ہی کو کرنی چاہئے ۔ کیونکہ وہی وہ طبقہ ہے جو قرآن حکیم جیسی ابدی کتاب کا حامل ہونے کی وجہ سے ایک جامع دستاویز کا حامل ہونے کی وجہ سے ایک جامع دستاویز کا حامل اور زمین میں اللہ کا امین[1] ہے ۔ یعنی اللہ کی طرف سے نگران اور علم و دین کا محافظ ۔ لہٰذا علم کی حفاظت ایک عالم کی سب سے بڑی ذمہ داری ہے ۔ اور یہ ذمہ داری صحیح معنی میں علماء یا اللہ کے امین ہی ادا کر سکتے ہیں جبکہ وہ اس کی اہمیت سمجھیں ۔

حاصل یہ کہ آج علماء کو اپنی ذمہ داریوں کا احساس کر کے عالم انسانی کی درستی کے لئے ہر ممکن جد و جہد کرنا چاہئے ۔ کیونکہ اصلاح عالم کا بار بوجھ انہی کے کندھوں پر ڈالا گیا ہے ۔

قرآن حکیم کا علمی اعجاز اس موقع پر یہ حقیقت بھی پیش نظر رہنی چاہئے کہ وہ "خدائی نشانات" یا تکوینی (نیچرل) دلائل و شواہد جن کو مذکورہ بالا آیات میں "الآیات" کہا گیا ہے وہ ہر دور کے علوم و فنون کے ساتھ ساتھ چلتے ہیں ۔ اور ان کی صداقت و حقانیت خود انسانی علوم کی ترقی کے باعث بہتر سے بہتر طور پر ظاہر ہوتی رہتی ہے ۔ اور خدائی الفاظ و کلمات کی قدر و قیمت اور ان کے حیرت انگیز نئے نئے پہلو ظاہر ہوتے رہتے ہیں ۔ جو نوع انسانی کی عبرت و بصیرت کے لئے نئے نئے انداز و زاویے فراہم کرتے ہیں ۔ مگر ان کا مفہوم و مصداق کسی بھی دور میں غلط یا مہمل ہونے نہیں پاتا ۔ بالفاظ دیگر انسانی علوم خواہ کتنی ہی ترقی کر لیں قرآنی الفاظ اور ان کے مفہومات کی صداقت متاثر نہیں ہو سکتی ۔ ظاہر ہے کہ ایک انسانی کلام میں یہ حیرت انگیز خصوصیت ہرگز نہیں پائی جا سکتی ۔ بلکہ اس اعتبار سے انسانی علوم اور اس کی ترقیاں خود انسان کے لئے حجت بن جاتی ہیں ۔ یہ اس کتاب حکمت کا ایک نہایت درجہ روشن اور تابناک پہلو ہے ۔ لہٰذا دین برحق کے علمبرداروں کو قرآن حکیم کی روشنی میں نئے علوم اور نئے مسائل کا مطالعہ کرنا چاہئے ۔ اور ان علوم کا گہرائی کے ساتھ جائزہ لے کر اس کتاب حکمت کے نئے نئے پہلوؤں کو اجاگر کرنا چاہئے ۔ اس طرح اس عظیم کتاب کا علمی اعجاز ہر دور میں ظاہر ہوتا رہے گا ۔ اور وہ کبھی عصری علوم سے مغلوب یا شکست خوردہ نہیں ہو سکے گا ۔

واضح رہے کہ جدید سے جدید تر علوم و فنون اور ان کی تحقیقات کے باوجود آج تک قرآن حکیم کا کوئی بھی دعویٰ غلط یا مہمل ثابت نہیں ہو سکا ہے جب کہ انسانی علوم و افکار کے زمین و آسمان ہی بدل گئے ہیں ۔ واقعہ یہ ہے کہ نئے نئے

---

[1] جیسا کہ ایک حدیث میں کہا گیا ہے "العالم امین اللہ فی الارض" (کنز العمال ۱۰/۷۷)

علوم و فنون کے ظہور کے باعث قرآن حکیم کے بیانات اور اس کے دعووں میں مزید نکھار پیدا ہو رہا ہے اور اس کے ابدی حقائق نکھر نکھر کر سامنے آ رہے ہیں جو نوع انسانی کو مبہوت و ششدر کرنے کے لئے کافی ہیں۔ لہٰذا بعض لوگوں کا یہ شبہ کہ جدید علمی تحقیقات کے باعث قرآن مجید کے بیانات متاثر ہو سکتے ہیں۔ اس لئے جدید علوم کی روشنی میں اس کی تفسیر نہیں کرنی چاہئے۔ ایک موہوم سا خدشہ ہے جس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ بلکہ یہ محض ایک وہم ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نہایت واشگاف الفاظ میں اعلان کرتا ہے۔ کہ خدائی کلمات اور اس کی باتیں پتھر کی لکیر کی طرح مضبوط و مستحکم ہوتی ہیں۔ جن کو علمی حیثیت سے کبھی کسی قسم کا زوال نہیں آ سکتا۔ اس کی باتوں کو کوئی تبدیل نہیں کر سکتا۔ اور اس کے کلام میں باطل کا گزر نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے۔

الٓرٰ کتٰب احکمت اٰیٰتہ ثم فصلت من لدن حکیم خبیر ۝ (ھود ۱) — الف، لام، را یہ ایسی کتاب ہے جس کی آیتیں (علمی اعتبار سے) مستحکم کردی گئی ہیں۔ پھر معنوی اعتبار سے) ان کی تفصیل (خدائے) دانا و باخبر کی جانب سے کی گئی ہے۔

و تمت کلمت ربك صدقاً و عدلاً لا مبدل لکلمتہ (انعام ۱۱۵) — اور تیرے رب کی بات سچائی اور اعتدال کے لحاظ سے پوری ہوئی۔ اس کی باتوں کو کوئی بدل نہیں سکتا۔

و انہ لکتٰب عزیز۔ لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ تنزیل من حکیم حمید ۝ (حٰم سجدہ ۴۱-۴۲) — یہ ایسی کتاب ہے جو (ہمیشہ) غالب رہے گی اس میں غلط (اور غیر واقعی) بات، نہ آگے سے داخل ہو سکتی ہے اور نہ پیچھے سے (کیونکہ) یہ حکمت اور خوبیوں والی ہستی کی جانب سے اتاری ہوئی ہے۔

علم طبیعی کا ایک امتیاز قرآن کی نظر میں یوں تو شریعت اور طبیعت و فطرت (نیچر) دونوں برابر برابر ہیں۔ مگر ایک حیثیت سے علم اشیاء، علم شریعت پر مقدم ہے کیونکہ اسی کی وجہ سے شریعت کی تائید و تصدیق ہوتی ہے۔ اور دین متین کے دست و بازو مضبوط ہوتے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ علم طبیعی میں حیرت انگیز طور پر علم شرعی کے اثبات کے دلائل و براہین و دلیت کر دیئے گئے ہیں۔ جو ان دونوں کے من جانب اللہ ہونے کی

ایک بیّن دلیل ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر ان دونوں میں اختلاف ہوتا یا یہ دونوں ایک ہی سرچشمے سے برآمد نہ ہوئے ہوتے تو پھر یہ حیرت انگیز نظارہ دیکھنے کو نہ ملتا۔ اسی وجہ سے قرآن حکیم نے ان دونوں سے برابر برابر تعرض کیا ہے اور ان دونوں کو ایک دوسرے کا ہمنوا قرار دیا ہے۔

خلق اللّٰہ السمٰوٰت والارض بالحق ط
ان فی ذالک لاٰیۃ للمؤمنین
(عنکبوت ۴۴)

اللہ نے زمین اور آسمانوں کو حقانیت سے پیدا کیا ہے اس میں اہل ایمان کے لئے ایک بڑی نشانی موجود ہے۔

غرض علم اشیاء (جس کو موجودہ اصطلاح میں سائنس کہا جاتا ہے) کی یہی وہ اہمیت ہے جس کی بنا پر دنیا کے اولین انسان یعنی حضرت آدم علیہ السلام کو اس علم سے نوازا گیا۔ اور اس کی تعلیم علم شریعت پر بھی مقدم تصور کی گئی۔ اور اسی علم کی بنا پر آپ کو مسجود ملائکہ بنایا گیا۔ چنانچہ قرآن حکیم کی اس سلسلے میں دلیل ناطق ہے۔

و علم آدم الاسماء کلھا ثم
عرضھم علی الملٰئکۃ فقال انبئونی
باسماء ھٰؤلاء ان کنتم صٰدقین
قالوا سبحٰنک لاعلم لنا الا ما
علمتنا ط انک انت العلیم الحکیم
قال یٰاٰدم انبئھم باسمائھم
فلما انباءھم باسمائھم قال
الم اقل لکم انی اعلم غیب
السمٰوٰت والارض و اعلم
ما تبدون وما تکتمون۔
(بقرہ ۳۱، ۳۳)

اور اللہ نے آدم کو سب چیزوں کے نام سکھا دیئے۔ پھر ان سب چیزوں کو فرشتوں کے سامنے پیش کر کے فرمایا کہ تم مجھے ان کے نام بتاؤ اگر تم (اپنے دعوائے خلافت میں) سچے ہو۔ انہوں نے کہا کہ تو پاک ہے ہم تو صرف اتنا ہی جانتے ہیں جتنا کہ تو نے ہمیں بتایا ہے تو ہی زیادہ جاننے والا اور حکمت والا ہے (تب اللہ نے) فرمایا اے آدم تم فرشتوں کو ان چیزوں کے نام بتا دو۔ پھر جب آدم نے انہیں ساری چیزوں کے نام بتا دیئے تو اللہ نے فرمایا کیا میں نے تم سے نہ کہا تھا کہ میں آسمانوں اور زمین کی (تمام) پوشیدہ چیزوں کو جانتا ہوں اور ان باتوں کو بھی جانتا ہوں جو کچھ کہ تم ظاہر کرتے اور چھپاتے ہو (البقرہ ۳۱، ۳۳)

ان آیات کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام کو جو علم دیا گیا تھا وہ اشیار کا علم تھا جس کو قرآنی اصطلاح کے مطابق "علم اسمار" کہا جا سکتا ہے۔ یعنی دنیا بھر میں جو چیزیں موجود ہیں ان کے نام اور ان کے آثار و خواص۔ جیسا کہ مفسرین نے اس کی شرح و تفسیر کی ہے اور راقم سطور نے اس موضوع پر مفصل بحث اپنی دیگر تصنیفات میں کی ہے۔ لہٰذا اس موقع پر اس کی مزید تفصیل تحصیل حاصل ہے۔

غرض اس کی مزید تصدیق و تائید قرآن ہی کے حسب ذیل دو مقامات سے بھی ہوتا ہے۔ جہاں پر انسان کی تخلیق کے تذکرہ کے بعد خصوصی طور پر علم مظاہر کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

اقراء باسم ربك الذى خلق ۔ خلق الانسان من علق ۔ (علق ۱-۲)	پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے (تمام مخلوقات کو) پیدا کیا۔ اس نے انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا۔

یہ قرآن حکیم کی سب سے پہلی وحی ہے جو علم اور تعلیم سے متعلق ہے۔ اور علم و تعلیم کا اولین نکتہ ربوبیت اور تخلیق عام سے متعلق ہے۔ خاص کر تخلیق انسانی سے جو خلاّق عالم کی ربوبیت کا ایک تخلیقی شاہکار ہے اس بنا پر باری تعالیٰ نے اپنی خلاقیت و ربوبیت کے ثبوت کے طور پر سب سے پہلے خود انسان کو پیش کیا ہے جس کے وجود میں خدا کے وجود کے حیرت انگیز دلائل ودیعت کر دئے گئے ہیں۔ جیسا کہ ایک دوسرے موقع پر ارشاد ہے۔

و فى انفسكم افلا تبصرون ۰ (ذاریات ۲۱)	اور خود تمہاری ہستیوں میں بھی (وجود باری کے دلائل) موجود ہیں کیا تم دکھائی نہیں دیتا۔

اور ان دلائل کے جائزہ کے لئے حیاتیات (BIOLOGY) اور نفسیات (PSYCHOLOGY) وغیرہ کو کھنگالنا پڑتا ہے۔ جب کہیں جا کر نئے نئے اور جدید تر دلائل و شواہد مل سکتے ہیں۔ جو موجودہ منکرین و معاندین پر اتمام حجت کر سکتے ہیں۔

اور دوسری جگہ ارشاد ہے۔

الرحمٰن ۔ علم القرآن ۔ خلق الانسان علمه البيان ۔ الشمس والقمر بحسبانٍ و النجم والشجر يسجدان ۔ والسماء رفعها و وضع الميزان	(خدائے) رحمان نے قرآن سکھایا۔ اس نے انسان کو پیدا کر کے اسے بولنا سکھایا (پھر یہ تعلیم دی کہ) آفتاب و ماہتاب ایک حساب سے چل رہے ہیں بے تنے کے اور تنے دار درخت اللہ کی اطاعت

الّا تطغوا فی المیزان ٥ (رحمان ۱-۸)

میں لگے ہوتے ہیں۔ اس نے آسمان کو بلند کر کے اس میں میزان رکھ دیا ہے۔ (پھر تمام مظاہر کو حکم دیا کہ) تم اس میزان سے تجاوز نہ کرو۔

ان آیات میں تین باتوں کی تصریح کی گئی جو یہ ہیں۔

۱۔ خدائے رحمان نے انسان کو قرآن کی تعلیم دی اور اسے قرآنی علم سے نوازا۔

۲۔ اس نے انسان کو پیدا کر کے اسے بولنا سکھایا تاکہ علم اور تعلیم کی راہیں ہموار ہو سکیں۔

۳۔ پھر اس نے انسان کو بتایا کہ آفتاب و ماہتاب اور حجر و شجر سب کے سب صانع عالم کی جانب سے مقرر کردہ تکوینی ضوابط کی پابندی کر رہے ہیں یعنی اللہ کی اطاعت میں لگے ہوئے ہیں۔ اور اس کے حکم سے ذرا بھی سرتابی نہیں کر رہے ہیں۔

اس لحاظ سے یہ پوری مادی کائنات زمین سے لے کر آسمان تک اور حجر و شجر سے لے کر اجرام سماوی تک تمام کے تمام اپنی اطاعت و فرمانبرداری کے لحاظ سے ایک عظیم الشان "میزان" کا نمونہ پیش کر رہے ہیں اور اس میں انسان کو دعوت دی گئی ہے کہ جب تمام مظاہر عالم اطاعت الٰہی میں لگے ہوئے اپنے اپنے طبعی و تکوینی فرائض بحسن و خوبی ادا کر رہے ہیں۔ اور اپنے خالق و مالک کے حکم سے سرتابی نہیں کر رہے ہیں۔ تو پھر انسان کو بھی چاہئے کہ وہ بھی اپنے خالق و مالک کے احکام سے سرتابی نہ کرے۔ اور اس کے حکم کی عدولی سے بچے۔ کیونکہ اس مادی کائنات میں انسان ہی ایک ہستی ہے جو اپنے ارادہ و اختیار کے اعتبار سے تمام مظاہر عالم پر فوقیت رکھتی ہے۔ لہٰذا اسے اپنے ارادہ و اختیار کا غلط استعمال نہیں کرنا چاہئے۔ اور اپنے رب سے باغیانہ رویہ اختیار کرنے سے باز آنا چاہئے۔ بلکہ اسے اپنے رب کا احسان مانتے ہوئے "کائناتی میزان" کی مطابقت کرنا چاہئے۔ ورنہ "میزانی نظام" میں خلل باقی رہے گا۔

مظاہر فطرت کا سب سے بڑا سبق | غرض ان آیات کی رو سے یہ قرآن کی اولین تعلیم و تلقین ہے کہ انسان سب سے پہلے مظاہر کائنات اور ان کے نظاموں کا علم سیکھے۔ جن میں اس کی عبرت و بصیرت کا پورا پورا سامان ودیعت کر دیا گیا ہے۔ گویا کہ مظاہر عالم انسانی کردار و کیریکٹر کو درست کرنے اور اسے اپنے باغیانہ رویہ سے روکنے کے سلسلے میں ایک نمونہ اور آئیڈیل کا کام دے رہے ہیں۔ بالفاظ دیگر وہ انسان کو نظم و ضبط کی تعلیم دے رہے ہیں۔ اور انتشار و پراگندگی سے اسے روکنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ اس مادی کائنات

ہیں جدھر بھی نظر ڈالئے نظم وضبط (ڈسپلن) کا مظاہرہ دکھائی دیتا ہے۔ ہر شے اور ہر مظہر فطرت اپنے لگے بندھے ضوابط کی ادائیگی میں مشغول ہے۔ نباتات اپنے فرائض برابر انجام دے رہے ہیں حیوانات اپنے فطری وجبلی ضوابط کے تحت رواں دواں ہیں۔ بادل اور ہوائیں اپنے لگے بندھے اصولوں کو ادا کرنے میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کر رہے ہیں۔ اجرام سماوی اور خصوصاً آفتاب و ماہتاب کے ذمہ جو امور سپرد کئے گئے ہیں وہ انہیں برابر انجام دے رہے ہیں۔ اس طرح فرش سے لے کر عرش تک تمام موجودات عالم اپنی اپنی ڈیوٹیاں انجام دینے میں چاق وچوبند نظر آرہے ہیں۔ اور اپنے رب کے حکم سے سرتابی نہیں کر رہے ہیں۔ جیسا کہ ایک دوسرے موقع پر ارشاد ہے۔

و له اسلم من فی السموٰت والارض طوعاً و کرھا و الیہ یرجعون۔ (آل عمران-۸۳)	زمین اور آسمان میں جو کوئی بھی (اور جو کچھ بھی) ہے وہ سب کے سب اپنی خوشی سے (ارادی طور پر) یا لاچاری سے (طبعی ضوابط کے تحت جبری طور پر) اللہ ہی کی اطاعت میں لگے ہوئے ہیں اور (انجام کار) اسی کے پاس لوٹ کر جا رہے ہیں۔

اسی طرح یہ تمام مظاہر وموجودات (جو دراصل انسان ہی کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں) انسان کو اپنے رویہ میں تبدیلی پیدا کرنے کی دعوت دے رہے ہیں۔ کہ وہ بھی ان کے سُر میں سُر ملا کر ان کا ہمساز وہمساز بن جائے۔ اسی طرح فطرت وشریعت کا ساز ایک ہو جائے گا۔ اور نتیجے کے طور پر انسان اپنی عاقبت بھی درست کرلے گا۔ ورنہ اپنے آقا ومالک کے احکام سے سرتابی کی پیدائش میں اس کا انجام برا ہو سکتا ہے۔ کیونکہ انسان کی تخلیق کا اصل مقصد اپنے خالق وپالنہار کی اطاعت وفرماں برداری ہے۔ اور اس اعتبار سے انسان جب تک اپنے مشفق ومہربان رب کی اطاعت وفرمانبرداری نہیں کرے گا فطرت وشریعت میں مغائرت رہے گی۔ لہٰذا ان دونوں میں مطابقت وہمنوائی ضروری ہے تاکہ زمین سے لے کر آسمان تک یک رنگی آجائے انسان پر اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا کرم واحسان یہ ہے کہ اس نے تمام مظاہر کائنات کو انسان کی خدمت میں لگا رکھا ہے۔ لہٰذا اسے اپنے مشفق ومہربان رب کی آواز پر کان دھرنا چاہیئے۔ اور ناشکری واحسان ناشناسی کا رویہ اختیار کرکے اسے ناراض کرنے سے باز آنا چاہیئے۔

غرض اس اعتبار سے یہ سب سے بڑا سبق ہے جو انسان کو مظاہر عالم کے مطالعہ سے حاصل ہو رہا ہے اور اس اعتبار سے ان مظاہر اور ان کی "سیرتوں" کے تفصیلی مطالعہ کی بے انتہا اہمیت ہے۔ اسی وجہ سے قرآن مجید میں ان کے مطالعہ کی اس قدر تاکید کی گئی ہے۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ | اس موقع پر کوئی کہنے والا یہ کہہ سکتا ہے کہ اگر ان علوم کی اس قدر اہمیت ہے تو پھر اسلام کے اولین دور میں اس قسم کی تعلیم و تربیت عملاً کیوں نہیں کی گئی؟ تو اس موقعہ پر یہ بات خوب اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے۔ کہ ہر دور کے تقاضے مختلف ہوتے ہیں جس دور میں جس چیز کی ضرورت ہوتی ہے اس کے مطابق کتاب الہی ہماری رہنمائی کر سکتی ہے۔ اسلام کے دور اول میں چونکہ ان علوم کا زور نہیں تھا بلکہ وہ اس وقت اپنے طفلانہ دور سے گذر رہے تھے۔ لہٰذا اس موقع پر ان کی حاجت نہیں تھی۔ مگر اب چونکہ وہ بالکل جوان اور عالم شباب میں ہیں لہٰذا اب ان کا زور توڑنے کے لئے ان علوم و مسائل سے تعرض کرنے کی ضرورت ہے تاکہ خدائی ہدایت و راہ نمائی کے مطابق جدید انسان پر حجت پوری ہو جائے۔ اس طرح کتاب الہی ہر دور کے تقاضوں کے مطابق نوع انسانی کی ہدایت و راہ نمائی کی صلاحیت بدرجہ اتم رکھتی ہے۔

ان علوم کے حجت ہونے کے لئے یہی بات کافی ہے کہ کتاب الہی میں ان کا تذکرہ خصوصی اہمیت کے ساتھ کیا گیا ہے۔ اگر ان علوم کی ضرورت نہ ہوتی یا اگر وہ بے کار و بے فائدہ ہوتے تو پھر کتاب اللہ میں ان سے مطلق تعرض نہ کیا جاتا۔ اس اعتبار سے ان علوم کی ضرورت و اہمیت کے باوجود اس حقیقت کو تسلیم نہ کرنا نہ صرف حقائق و واقعات کا انکار ہے۔ بلکہ خود کتاب اللہ سے بھی اپنی ناواقفیت کا ثبوت ہے جو بالکل ایک مظاہرہ ہے اور یہ بات خدائے علیم و خبیر کے مقابلے میں خود کو بڑا ثابت کرنے کے برابر ہے گویا کہ ایسے لوگ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ سے زیادہ بڑا اور دور اندیش ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی حکمتوں اور مصلحتوں کو خوب سمجھتا ہے اور یہ بھی اچھی طرح جانتا ہے کہ مستقبل کے اعتبار سے کس کس دور میں کیا کیا فکری و نظریاتی فتنے برپا ہو سکتے ہیں اور ان فتنوں کو کچلنے کے لئے اپنی کتاب کو بطور پیش بندی کس کس قسم کے ہتھیاروں سے مسلح کرنا چاہئے۔ لہٰذا ایک مومن و مسلم کا کام صرف یہ ہے کہ وہ اپنے دور کے حالات و کوائف کو پیش نظر رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی ابدی کتاب میں نظر ڈالے اور اپنے دور کی راہنمائی کے لئے اسے جو ہدایتیں اس میں مل سکتی ہیں انہیں وہ خوشی خوشی لے لے اور ان کے مطابق وہ اپنے دور کے باطل افکار و نظریات کا پوری پامردی کے ساتھ مقابلہ کر کے دین کی ابدی حقانیت ثابت کرے۔ (جاری ہے)

مولانا عبدالقیوم حقانی

اسیرِ مالٹا حضرت مولانا عُزیر گل

تحریک آزادیٔ ہند المعروف بہ "تحریک ریشمی رومال" کے عظیم رہنما

(تیسری اور آخری قسط)

مجاہد آزادی حضرت مولانا عزیر گلؒ کا تذکرہ اور جہاد و تحریک آزادی کا یہ تابناک باب، نامکمل ہوگا اگر محترمہ مادر مرحومہ اہلیہ مولانا عزیر گل کا تذکرہ نہ کیا جائے۔

مرحومہ کی تاریخ، قبولِ اسلام، مولانا مدنی سے عقیدت، مولانا عزیر گلؒ سے رابطہ اور ازدواجی تعلق، دین اسلام کی خدمت و اشاعت، شرعی قوانین کی پابندی، عفت وحیا کا نمونہ اور زناخین حیات وفا اور کمالِ شرافت کا مظاہرہ اور کمالات و اوصاف پر سب سے پہلے ماہنامہ الحق کو مستند اور وقیع ذرائع سے صحیح اور مفصل معلومات شائع کرنے کی سعادت حاصل ہوئی جسے الحق کی دسویں جلد کے متعدد شماروں میں دیکھا جاسکتا ہے۔ ذیل میں مدیر الحق حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ کی ایک اجمالی مگر جامع تحریر پیش خدمت ہے جو موصوف نے مرحومہ کے سانحہ ارتحال کے موقع پر لکھی تھی۔

مادرِ مرحومہ کا اجمالی تذکرہ

ابھی چند روز قبل ایک ایسی پاک طینت اور راسخ الایمان خاتون بھی انتقال فرماگئیں جن کی زندگی عصر حاضر کی مسلمان خواتین کے لئے روشنی کا مینار اور ایک بہترین نمونہ بن سکتی ہے۔ یہ سراپا ایمان خاتون اسیرِ مالٹا حضرت مولانا عزیر گل صاحب کا کاخیل، تلمیذِ خاص حضرت شیخ الہندؒ قدس سرہ کی اہلیہ[1] محترمہ تھیں۔

---

[1] مرحومہ نے اپنی انگریزی تصنیف "دی بیلنسڈ وے" میں اسلام کی طرف آنے سے پہلے کی زندگی اور بعد کے حالات تفصیل سے لکھے ہیں۔ یہ کتاب ۱۹۴۰ء میں شائع ہوئی تھی اس خود نوشت میں مرحومہ لکھتی ہیں (باقی اگلے صفحہ پر)

جنہوں نے برطانیہ کے ایک ممتاز اور ذی ثروت خاندان میں آنکھیں کھولیں۔ اس خاندان کا مذہب عیسائیت تھا اس گھر کے اکثر افراد اونچے اونچے عہدوں پر فائز تھے۔ برصغیر کے انگریز کمانڈر انچیف لارڈ کچنر اس خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ سکندر حیات کے زمانہ کے انگریز گورنر پی جے گلانسی سے اسی خاتون کی چھوٹی بہن منسوب تھی مگر خود ان کے دل میں تلاش حق کا جذبہ تھا۔ وہ بچپن سے انجیل اور عیسائی مذہب سے مطمئن نہ تھیں۔ حق کی جستجو میں انہوں نے کئی مذاہب کی چھان بین کی۔ شوقِ حق کا یہ جذبہ انہیں ہندوستان لے آیا۔ یہاں انہوں نے بدھ مذہب کو اپنایا۔ پھر سادھوؤں کی طرح دنیا سے کنارہ کشی کی۔ ریاضتوں اور مجاہدوں میں ایک وقت گذارا ـــــ بالآخر انہیں قرآن کریم کی شکل میں وہ نسخہ شفا مل گیا جس کے لئے وہ سرگرداں تھیں اسلام نے ان کے مضطرب دل ودماغ کو اطمینان بخشا۔ وہ مسلمان ہوئیں اور ۱۹۳۰ء یا ۱۹۳۱ء میں ایک دینی مرکز دارالعلوم دیوبند کا شہرہ سن کر دارالعلوم دیوبند آئیں اور حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ العزیز کی مجلس میں اپنے اسلام اور مومنانہ اثرات کا اعلان کیا۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے یورپ کی تمام آسائشوں۔ ایک آسودہ حال خاندان اور اپنے ملک، وطن کو اسلام کی راہ پر قربان کر دیا۔ اللہ کی راہ میں ہجرت کے لئے انہوں نے اپنی اولاد تک کو بھی عمر بھر کے لئے خیرباد کہا جو ان کے انگریز شوہر سے تھی۔ اور یکسوئی سے اسلامی تعلیمات کے حصول میں لگ گئیں۔ حضرت مولانا عزیر گل صاحب کی سابقہ اہلیہ (جو حضرت شیخ الہندؒ کی نواسی تھیں) کے انتقال کے بعد حضرت مدنیؒ اور دوسرے اکابر کے مشورہ پر ۱۹۳۶ء میں اس پاکباز خاتون کا نکاح[لہ]

بقیہ گذشتہ صفحہ

لہ مرحومہ لکھتی ہیں "میں اپنے والد چارلس ایڈورڈ اسٹیفورڈ مشیل کی ساتویں لڑکی ہوں۔ میں ۱۸۸۵ء میں حیدرآباد سندھ میں پیدا ہوئی میرے والد بڑے انصاف پسند اور بات کے پکے انسان تھے انہیں ہندوستان اور ہندوستانی لوگوں سے بڑا لگاؤ تھا کبھی کبھی تو وہ خود کو سندھی کہہ دیا کرتے تھے ـــــ یہاں میں اسلام کے مطالعہ میں لگی ہوئی تھی کہ اچانک میرے شوہر کا خط آیا کہ اگر میں فوراً انگلستان نہ لوٹی تو وہ مجھے خرچہ دینا بند کر دیں گے۔۔۔۔ اس خبر پر مجھے نہ تعجب ہوا اور نہ افسوس۔ میں مسلمان ہو چکی تھی۔ اب میں کسی عیسائی شوہر کی بیوی کیسے رہ سکتی تھی۔ رہا رزق! تو یہ اللہ کی دین ہے کم یا زیادہ ملے تا ہی ہے۔ عزیر گل کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو انہوں نے میرا ہاتھ تھامنے کی پیشکش کی۔ میں نے بڑے احترام سے اس پیشکش کو قبول کر لیا۔ میں جانتی تھی کہ ان کے یہاں غربت ہے افلاس ہے۔ پردہ ہے۔ لیکن میرے لئے تو یہی اللہ کی پسندیدہ جگہ تھی۔ عزیر گل کے گھر میں میں نے سیکھا کہ خود بھوکے رہ کر مہمانوں کی تواضع میں کیا لذت ہے۔ عزیر گل کے گھر میں مجھے زندگی کی حقیقی راحت ملی۔ وہ نہایت شریف اور مہربان شوہر ثابت ہوئے۔"

حضرت مولانا عزیر گل صاحب کے ساتھ ہوا۔ اور اس وقت سے ٹکراب تک ساری زندگی ایک ایسے دورافتادہ گاؤں (جس کی آبادی بمشکل ۳۰، ۴۰ افراد کی ہوگی) میں بسر کی۔ جو یورپ تو کیا اس ملک کی عام آسائشوں سے بھی محروم تھا اعزہ و اقارب کے تقاضوں کے باوجود آخر دم تک ظلمت کدۂ یورپ کو چند دن کے لئے بھی جانا گوارا نہ کیا۔ ان کی زندگی حضرت مولانا کے ساتھ ایک متوسط بلکہ کفاف کی زندگی تھی۔ زندگی بھر ان کا مشغلہ قرآن مجید کا مطالعہ اور اس میں غور و فکر رہا۔

شادی کے بعد انہوں نے حضرت شیخ الہندؒ مرحوم کے ترجمہ کی روشنی اور مولانا عزیر گل کی راہنمائی میں قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ مکمل کیا۔ جسے اس وقت کے مشاہیر علامہ سید سلیمان ندویؒ اور دیگر حضرات نے بے حد پسند کیا۔ مگر افسوس کہ ناشرین کی سرد مہری کی وجہ سے اب تک شائع نہیں ہو سکا۔ معلوم ہوا ہے کہ لاہور میں فیروز سنز والوں نے اس کی اشاعت کی ذمہ داری لی ہے۔ نمونہ کے طور پر اس کا پروف بھی چھپا تھا مگر ان کی بے اعتنائی کی وجہ سے یہ ترجمہ تاحال منظر عام پر نہیں آسکا۔

مرحومہ نے (جو بعد اسلام مدر (ماں) کے نام سے مشہور تھیں) اسلام کی حقانیت اور دیگر مذاہب کے ساتھ اس کے موازنہ پر ایک کتابچہ بیلنس وے (BALANCE WAY) بھی لکھا ہے۔ قرآن کریم کی اشاعت کی تڑپ کا یہ عالم تھا کہ مرتے وقت بھی وصیت کی کہ ان دیہاتی عوام کو پورے قرآن کریم کا ترجمہ اور مفہوم سمجھا دیا جائے علم و فضل خدا کی دین ہے۔ اور وہ چاہے تو اس دولت سے عورتوں کو بھی سرفرازی بخش دیتا ہے۔ روشنی کے یہ چراغ کبھی مردوں کی شکل میں جلتے تو کبھی عائشہؓ اور رابعہ کی شکل میں ـــــ روشنی بہرحال روشنی ہے اور اسے منزل و مقصد کا ذریعہ بننا چاہیئے۔

مرحومہ نے عیسائیت سے بیزاری، پھر اللہ کی راہ میں ملک، وطن، مال و اولاد اور عمر بھر کی عیش و راحت کی قربانی قرآن کریم سے شغف اور انہماک کا ایک نمونہ ہمارے سامنے پیش کیا ہے جو ہم سب کے لئے ایک نصیحت اور قابل تقلید اسوہ ہے[1]

مولانا عزیر گلؒ کو ایک رات میں گیارہ مرتبہ حضورؐ کی زیارت نصیب ہوئی

عشق رسولؐ مولانا عزیر گل کا سب سے بڑا سرمایہ تھا اسی دولت نے ان کو ایثار و قربانی اور عظمت کے

---

[1] الحق اکتوبر ۱۹۷۷ء

بلند ترین مقام تک پہنچا یا۔

دیوبند کے مشہور عالم و بزرگ حضرت میاں اصغر حسین صاحب اور مشہور مجاہد مولانا عزیر گل صاحب اسیر مالٹا دونوں حضرت مولانا محمود حسن قدس سرہ کے شاگرد آپس میں بہت بے تکلف تھے۔ حضرت میاں صاحب عامل بھی تھے اور عام طور پر مشہور تھا کہ جنات ان کے زیر اثر ہیں۔ مولانا عزیر گل بفضلہ بقید حیات ہیں۔ تقریباً ۴۰ سال پہلے ان کی زیارت ہوئی۔ اس کے بعد ملاقات کا موقعہ نہیں ملا

مولانا عزیر گل نے کسی دن حضرت میاں صاحب سے بے تکلفانہ انداز میں فرمایا کہ تم بڑے بزرگ بنے پھرتے ہو ہم تو جب جانیں کہ تم ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کرادو۔

سردی کا موسم، رات کا وقت تھا میاں صاحب نے مولانا عزیر گل کو کھانا کھلانے میں کافی تاخیر کی۔ پھر نماز عشاء اور چائے وغیرہ میں لگائے رکھا۔ دیوبند میں اس زمانہ میں آبادی بہت کم۔ سڑکیں خراب اور بجلی کی روشنی بالکل نہیں تھی۔ رات کے ۱۰/۱۱ بجے کا عمل ہوگا۔ تو حضرت میاں صاحب نے مولانا سے کہا، کہ مولانا اب اس اندھیرے میں آپ کہاں جائیں گے۔ آپ کا مکان بہت دور ہے۔ سڑکیں صاف نہیں۔ بس اب یہاں ہی آرام کیجئے۔ مولانا مان گئے۔ حضرت میاں نے اپنے پلنگ پر مولانا عزیر گل کو لٹا دیا۔

صبح سویرے مولانا عزیر گل نے فرمایا کہ رات ۱۱ دفعہ مجھے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ جس کروٹ لیٹتا تھا اسی کروٹ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال جہاں آرا سے فیض یاب ہوتا تھا۔

ہماری نوجوان نسلوں کو جاننا چاہئے کہ مرکز علمی دیوبند کی بنیادوں میں بزرگان ملت کے ایسے مجاہدات شاقہ، کرامات واضحہ اور تقرب الی اللہ کے زر و جواہرات پڑے ہیں۔ ایک وہ ہمارے بڑے تھے اور ایک ہم ان کے چھوٹے ع

چہ نسبت خاک را بہ عالم پاک[1]

تواضع کی انتہا

جب عبدالرحمٰن نامی ایک شخص نے آپ کے بارے میں سراسر کذب و افترا پر مبنی کتاب لکھی اور مولانا مفتی سیاح الدین

---

[1] ماہنامہ الحق مارچ ۱۹۸۵ء

کاکاخیل نے اس کتاب کا ذکر کر کے تاریخی واقعات اور حقیقت حال معلوم کرنا چاہی تو آپ نے فرمایا:۔
کوئی ضرورت نہیں ہم نے اس وقت جو کچھ کیا تھا محض خداوند تعالیٰ کی رضا اور اپنے شیخؒ کی خدمت گذاری کے لئے کیا تھا۔ کسی سے بھی بدلہ لینا نہیں۔ اب لوگ جو کچھ کہیں کہتے رہیں کسی اور کی پرواہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے۔ حسبی اللہ نعم الوکیل نعم المولیٰ و نعم النصیر۔

بعض تاریخی روایات کی اصلاح اور مولانا مرحوم کا صائب مشورہ

احقر کی حضرت مولانا عزیز گلؒ سے سب سے پہلی ملاقات اپنے دورۂ حدیث کے سال ۱۹۷۸ء میں ہوئی تھی، دارالعلوم حقانیہ سے اپنے رفقاء کے ساتھ نماز مغرب کے بعد حضرتؒ کے گاؤں میں حاضری ہوئی۔ غضب کی سردی پڑ رہی تھی۔ نماز عشاء کا وقت قریب تھا۔ حضرت مسجد میں تشریف لائے۔ اس وقت حضرتؒ کی صحت بھی اچھی تھی اور بینائی بھی کام کرتی تھی۔ ہم نے بڑھ کر مصافحہ کیا۔ مرکز علم دارالعلوم حقانیہ اور اس کے بانی شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ سے نسبت معلوم ہوئی تو اور بھی خوش ہوئے۔ خوب کھانا کھلایا سخت سردی میں ساتھ بیٹھے اور کھلاتے رہے۔ تفصیل سے استفسارات بھی ہوئے اور حضرتؒ کی بے پناہ شفقتیں بھی حاصل ہوئیں۔ اس وقت کی گفتگو کی صرف دو باتیں یاد رہ گئی ہیں۔

میں نے دریافت کیا حضرت! بعض واعظین بیان کرتے ہیں کہ حضرت شیخ الہندؒ پر بڑے مظالم ہوئے تھے اور ان کی کمر میں کوئی ایسی جگہ نہ تھی جہاں کوڑوں کے زخم نہ ہوں۔

ارشاد فرمایا۔ نہیں ایسا ہرگز نہیں یہ خطیب لوگ بھی عجیب ہوتے ہیں یہ سارا افسانہ محض زیب داستاں کے لئے گھڑا گیا ہے۔ حضرت شیخ الہندؒ کو اللہ نے بڑی عظمت اور جلال عطا فرمایا تھا جب مجسٹریٹ کی عدالت میں آئے تو آپ کی عظمت و ہیبت سے مجسٹریٹ کے ہاتھوں سے مقدمہ کی فائل زمین پر گر گئی۔ ان پر کوڑے چلانے کی جرأت انگریز کو نہ ہو سکی۔

عرض کیا حضرت، یہ سال میرے دورۂ حدیث کا سال ہے۔ اگلے سال کسی بھی فن میں تخصص کا ارادہ ہے آپ رہنمائی فرمائیں۔ ارشاد فرمایا، یہ جو لوگوں نے آج جگہ جگہ تخصص کے درجات کھول رکھے ہیں۔ کیا انہوں نے تخصص کیا تھا۔ حضرت شیخ الہندؒ، مولانا حکیم الامت تھانویؒ۔ مولانا حسین احمد مدنیؒ، مولانا یوسف بنوریؒ (مرحوم اس وقت زندہ تھے) اور شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ نے کہاں تخصص کئے ہیں؟ کہ آپ کو تخصص کی پڑی ہوئی ہے۔ پھر

ارشاد فرمایا۔ اگر نحو میر اور صرف میر کی تدریس مل جائے تو میرے نزدیک یہ تمام تخصصات سے زیادہ نافع ہے صبح کا مکلف ناشتہ خود لائے اور پھر اپنے ہاتھوں سے بنا بنا کر کھلاتے رہے۔

اس کے بعد پھر تو حضرت کے ہاں حاضری عام معمول بن گئی۔ ایک بار استاد محترم حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ کے ساتھ بھی حاضری کی سعادت حاصل ہوئی۔

مرحوم صدر ضیاء الحق کے بعض اقدامات سے بے حد متاثر تھے اور بار بار فرمایا کرتے تھے کہ صدر ضیاء الحق سے عداوت برائے عداوت کی پالیسی کوئی ہوشمندی نہیں۔ اگر ان سے بعض درست اقدامات ہو رہے ہیں اور وہ دینی نقطہ نگاہ سے صحیح ہیں تو ایسے اقدامات کی بھرپور تائید کرنی چاہئے اور مزید بھی انہیں مجبور کر دیا جائے تاکہ اسے مکمل نفاذ شریعت میں کسی بھی لیت ولعل کی گنجائش باقی نہ رہے۔

آخری ملاقات اور زیارت کی سعادت مندی گذشتہ سال شعبان کے پہلے عشرہ میں علماء اور دینی مدارس کے ایک بڑی جماعت کی معیت میں حاصل ہوئی۔ مرحوم بے حد کمزور ہو چکے تھے۔ مخدوم زادہ مولانا عبدالرؤف صاحب نے بتایا کہ حضرتؒ کو مصافحہ سے بھی تکلیف ہوتی ہے۔

اس موقعہ پر بھی سب کی طرف سے احقر کو حضرتؒ سے مصافحہ کی سعادت حاصل ہوئی۔ اس کے بعد زیارت کا شرف اس وقت حاصل ہوا جب آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر چکی تھی۔ مرحوم اب بھی اپنے خد و خال اور شکل و صورت کے اعتبار سے دلکشی اور دلربائی اور چہرہ پر معصومیت کی ردا اوڑھے ہوئے تھے چہرۂ انور پر اب بھی جلال تھا جی بھر کر نہیں دیکھا جا سکتا تھا تاہم جمال بھی کمال پر تھا دونوں رخسار گلاب کے پھول نظر آتے تھے۔

مرحوم کی عظیم شخصیت، جمیلی قدو قامت، مجاہدانہ تشخص، شفقت اور محبت بھری گفتگو کا اب بھی جب تصور آتا ہے تو مرحوم کے مرحوم ہونے کا تصور باقی نہیں رہتا۔ ان کی پوری شخصیت اپنی تمام تابانیوں کے ساتھ نگاہوں کے سامنے آجاتی ہے ؎

وہ کب کے آئے بھی اور گئے بھی نظر میں اب تک سما رہے ہیں
یہ چل رہے ہیں یہ پھر رہے ہیں یہ آرہے ہیں یہ جا رہے ہیں
وہی قیامت ہے قد بالا، وہی ہے صورت وہی سراپا
لبوں کو جنبش نگہ کو لرزش کھڑے ہیں اور مسکرا رہے ہیں

UF
UNIFOAM
ہر گھر
ہر دفتر
کی زینت
یوٗنی فوم
جہاں آرام کا نام آیا - آپ نے یوٗنی فوم کو پایا

بحث وتحقیق

مولانا مدرار اللہ صاحب مدرار نقشبندی

فتنۂ قادیانیت

اور

مولانا عبدالماجد دریابادی مرحوم

مولانا عبدالماجد دریاآبادی اور فتنۂ قادیانیت کے عنوان سے الحق میں سلسلۂ بحث وتحقیق گذشتہ تین چار ماہ سے چل رہا ہے۔ ادارہ الحق اس سلسلہ میں اپنا حق رائے محفوظ رکھتے ہوئے کسی بھی فریق کی فوقیت یا موقف کے کمزور ہونے کا عندیہ دئے بغیر دونوں طرف کے مضامین کو اس لئے شائع کر رہا ہے کہ اس سلسلہ میں ٹھوس اور واضح دلائل سے اصل حقیقت کی تنقیح ہو جائے۔ ملک و بیرون ملک قارئین نے اس سلسلہ مضامین کو پسند فرمایا ہے بلکہ دل کھول کر بحث میں حصہ بھی لیا ہے صفحات میں گنجائش کی قلت کے پیش نظر افکار و تاثرات میں بطور نمونہ بعض قارئین کے چند ایک خطوط بھی شریک اشاعت ہیں۔ ذیل کا مضمون بھی اسی سلسلۂ بحث وتحقیق کی مزید پیش رفت ہے۔ جوابی مضمون کو بھی اسی اہمیت اور خصوصیت سے شائع کیا جائے گا۔ (ادارہ)

ماہنامہ" الحق "کے نومبر ۱۹۸۹ء کے شمارے میں جناب طالب ہاشمی صاحب کا دوسرا مضمون نظر نواز ہوا۔ جو راقم الحروف کے مضمون کے جواب میں ہے جس میں بندہ نے مولانا عبدالماجد جیسی مسلّمہ دینی علمی شخصیت اور عظیم مفسر قرآن پر اٹھائے گئے نکتۂ اعتراض کا دفاع کیا تھا۔ کہ

" مولانا مرحوم فتنۂ قادیانیت کے بارے میں نرم گوشہ رکھتے تھے "

جن حضرات نے مولانا مرحوم کی کتابیں خصوصاً "تفسیر ماجدی" نہیں دیکھی ہے ان کا اس شبہ میں پڑنا لازمی تھا کہ قادیانیت کے بارے میں نرم گوشہ رکھنے کا شاید یہ بھی مطلب ہے کہ مولانا مرحوم عقیدۂ ختم نبوت اور حیات مسیح علیہ السلام کے بارے میں بھی کوئی نرم گوشہ رکھتے تھے۔ کیونکہ یہ صورت ملزوم اور لازم کی حیثیت رکھتی ہے اور ظاہر ہے کہ:۔

”ثبوتُ الملزوم یستلزم ثبوت الازم“

ملزوم کا ثبوت لازم کے ثبوت کو مستلزم ہے۔

ماہِ نو کی گود میں موجود ہے ماہِ تمام
ماہِ نو آیا تو بس ماہِ تمام آ ہی گیا

میں نے اپنے سابقہ مضمون میں مولانا مرحوم کی تفسیر ماجدی سے علی رءوس الاشہاد یہ ثابت کیا تھا کہ مرحوم ازروئے قرآن و حدیث و فقہ عقیدۂ ختمِ نبوت پر سختی سے قائم تھے۔ یہاں تک کہ ہر قسم کے مدعیِ نبوت کو کافر، مرتد اور حکومتِ اسلامی میں واجب القتل سمجھتے تھے۔ اور حیاتِ مسیح کو بھی قرآن و حدیث اور اجماع سے ایک ثابت شدہ حقیقت مانتے تھے۔ اور قادیانیوں پر تاریخی شواہد اور تحقیق کی بنا پر یہ طنز بھی کیا تھا کہ دراصل انہوں نے بعض عیسائی فرقوں سے وفاتِ مسیح کا عقیدہ اخذ کیا ہے اور اسے اپنے مطلب کے لئے استعمال کر رہے ہیں۔

جناب طالب ہاشمی صاحب نے اپنے اولین مضمون میں جن اکابر سے متاثر ہونے کا ذکر فرمایا ہے ان میں مولانا عبدالماجد کے علاوہ مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کا نام بھی شامل ہے۔ موصوف نے جس مسئلے کی بنا پر مولانا عبدالماجد پر گرفت کی۔ اس سلسلے میں انہوں نے مولانا آزاد اور مولانا مودودی کی طرف نگاہِ التفات مبذول نہیں کی۔ میں نے بھی اپنے پہلے مضمون میں اس مسئلے پر گفتگو کرنا اپنے موضوع سے باہر سمجھا

لیکن ع مقطع میں آ پڑی ہے سخن گسترانہ بات

کی بنا پر اور مذکورہ علمیہ تقاضوں کے پیشِ نظر اب مولانا آزاد اور مولانا مودودی کے پورے احترام کے ساتھ ان کے بعض ارشادات پیش کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

مولانا آزاد اور حیاتِ مسیحؑ مولانا آزاد نے ١٩١٢ء میں ”الہلال“ جاری کیا تھا۔ اور مرزا قادیانی ١٩٠٨ء میں فوت ہو گئے تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ مسلمانوں میں مرزا کے دعویٰ نبوت اور دعوائے مسیحیت نے ایک تہلکہ مچا دیا تھا۔ لیکن مولانا آزاد نے ان کی تردید میں کوئی کردار ادا نہیں کیا اور اس طرح خاموش رہے گویا کچھ ہوا ہی نہیں ہے۔ اور جب ”ترجمان القرآن“ کے نام سے قرآن کی تفسیر لکھنی شروع کی تو اس وقت بھی ردِ مرزائیت کا مسئلہ ان کے پیشِ نظر نہیں رہا۔ ترجمان القرآن جلد اول میں جہاں حیاتِ مسیحؑ اور ان کے رفعِ جسمانی کا ذکر ہے وہاں بھی انہوں نے امام الہند کی حیثیت سے مسلمانوں کی وہ رہنمائی نہیں کی جو انہیں کرنی چاہیے تھی اس سلسلے میں مولانا کے ارشاداتِ گرامی پیش کئے جاتے ہیں:۔

ترجمان القرآن کے ارشادات | یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَرَافِعُكَ اِلَیَّ (آل عمران)

(نوٹ) حضرت مسیحؑ کی نسبت خدا کا وعدہ۔

۱۔ میں تیرا وقت پورا کروں گا اور تجھے اپنی طرف اٹھاؤں گا۔

۲۔ تیرے منکروں نے تیرے خلاف جو افترا پردازیاں کی ہیں ان سے تیری پاکی آشکارا کروں گا۔

۳۔ جو لوگ تیرے ماننے والے ہیں انہیں تیرے منکروں پر قیامت تک برتر رکھوں گا۔

۱۔ یہودیوں کی حضرت مسیحؑ کے خلاف مخفی اور پُرپیچ سازش، مگر اللہ کا انہیں ناکام کرنا اور حضرت مسیحؑ کو اپنی حفاظت میں لے لینا۔

وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ۔

(نوٹ) وہ (یہود) کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت مسیحؑ کو سولی پر چڑھا کر ہلاک کر دیا۔ حالانکہ نہ تو وہ ہلاک کر سکے نہ مصلوب کر سکے۔ بلکہ حقیقت حال ان پر مشتبہ ہو گئی۔ اور اللہ نے حضرت مسیح کو اپنی طرف اٹھا لیا۔
آیت میں جس اشتباہ کا ذکر ہے اس کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ حضرت مسیحؑ کی موت مشتبہ ہو گئی۔ وہ زندہ تھے مگر انہیں مردہ سمجھ لیا۔" (بحوالہ ترجمان القرآن جلد ا صفحہ ۴۰۱۔ مولانا آزاد)

مولانا آزاد نے حضرت مسیح علیہ السلام کی حیات اور رفع جسمانی اور ان کی آمد ثانی پر قطعی الدلالت اور دو ٹوک بات نہیں کی۔ لیکن بایں ہمہ ہمیں ان کی علمی شخصیت اور خلوص نیت کا پورا اعتراف ہے۔ اور ان کے ارشادات پر صرف نظر کرنا چاہتے ہیں۔ ولنعم ما قیل ؎

عیب رنداں مکن اے زاہد پاکیزہ سرشت
تو چہ دانی کہ پس پردہ چہ خوب است چہ زشت

مولانا مودودی کے ارشادات | " بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ (سورۃ النساء ۱۵۸)

۱۹۵ اس میں جزم و صراحت کے ساتھ جو چیز بتائی گئی ہے وہ صرف یہ ہے کہ حضرت مسیحؑ کو قتل کرنے میں یہودی کامیاب نہ ہوئے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی طرف اٹھا لیا۔ اب رہا یہ سوال کہ اٹھا لینے کی کیفیت کیا تھی تو اس کے متعلق کوئی تفصیل قرآن میں نہیں بتائی گئی۔ قرآن نہ اس کی تصریح کرتا ہے کہ اللہ ان کو جسم و روح کے ساتھ کرۂ زمین سے اٹھا کر آسمانوں پر کہیں لے گیا اور نہ یہی صاف کہتا ہے کہ انہوں نے زمین پر طبعی موت پائی۔ اور صرف ان کی روح اٹھائی گئی۔ اس لئے قرآن کی بنیاد پر نہ تو ان میں سے کسی ایک پہلو کی قطعی نفی کی جا سکتی ہے اور نہ

اثبات لیکن قرآن کے انداز بیان پر غور کرنے سے یہ بات بالکل نمایاں طور پر محسوس ہوتی ہے کہ اٹھائے جانے کی نوعیت وکیفیت خواہ کچھ بھی ہو بہرحال مسیح علیہ السلام کے ساتھ اللہ نے کوئی ایسا معاملہ ضرور کیا ہے جو غیر معمولی نوعیت کا ہے۔ (بحوالہ تفہیم القرآن ج ۱ صہ ۴۲۰ - تالیف مولانا مودودی)

مولانا مودودی کے ارشادات میں یہ توضیح زرا زیادہ نمایاں ہے کہ "مسیح علیہ السلام کے ساتھ اللہ نے کوئی ایسا معاملہ ضرور کیا ہے جو غیر معمولی نوعیت کا ہے"

اور پھر یہ بھی انہوں نے اپنی تفہیم القرآن میں صاف طور پر تسلیم کیا ہے کہ احادیث متواترہ سے مسیح علیہ السلام کا رفع آسمانی جسم وروح کے ساتھ تھا اور اسی طرح احادیث سے ان کا نزول اور آمد ثانی ثابت ہے۔

لیکن بایں ہمہ جب انہوں نے یہ کہا کہ

"قرآن نہ اس کی تصریح کرتا ہے کہ اللہ ان کو جسم و روح کے ساتھ کرۂ زمین سے اٹھا کر آسمانوں پر کہیں لے گیا اور نہ یہی صاف کہتا ہے کہ انہوں نے زمین پر طبعی موت پائی۔ اور صرف اس کی روح اٹھائی گئی۔ اس لئے قرآن کی بنیاد پر نہ تو ان میں سے کسی ایک پہلو کی قطعی نفی کی جاسکتی ہے اور نہ اثبات"

تو دشمنوں نے مولانا کے اس ارشاد کو بنیاد بنا کر یہ دعوی کیا کہ قرآن کی رو سے حیات مسیح اور جسم وروح کے ساتھ ان کا رفع آسمانی ثابت نہیں۔ چنانچہ ڈاکٹر اللہ بخش صاحب "پیغام صلح" میں لکھتے ہیں کہ

"اب بات بالکل سیدھی سادی ہے۔ قرآن کریم خدا کا قول ہے اور اس کے بعد ساری کتابیں جن کا آپ نے حوالہ دیا ہے قول بشر میں داخل ہیں۔ خدا کا قول، بشر کے قول پر حاوی اور حکم ہے"

(بحوالہ "پیغام صلح" لاہور ۱۴ جولائی ۱۹۷۶ء صہ ۳)

مطلب یہ کہ ہمارے ارباب علم و دانش نے عصری تقاضوں سے ماورا ہو کر قرآنی آیات کا منشا ایسے پیرائے میں بیان کیا کہ دشمن نے اس سے غلط فائدہ اٹھانے کی مذموم کوشش کی۔ حیرت تو یہ ہے کہ مرزائی حضرات مرزا غلام احمد قادیانی کی اس تشریح پر تو فوراً ایمان لے آتے ہیں جو وہ قرآنی آیات کی کیا کرتے ہیں لیکن جب بات ارشادات نبوی اور ارشادات محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر آکر ٹھہرتی ہے تو اس سے صاف انکار کر دیتے ہیں۔ ان کی مثال اس معشوق ضدی اطوار کی طرح ہے جس کا اس شعر میں بیان کیا گیا ہے ؎

إذا قلت قد أقبلت أدبرت
كمن ليس غادٍ ولا رائحٍ

جب میں کہتا ہوں کہ وہ آگئی ہے تو وہ پلٹ جاتی ہے
اس آدمی کی طرح جو نہ صبح کو آنے والا ہو نہ شام کو

مدعی سست گواہ چست | جناب طالب ہاشمی صاحب نے بندہ کی طرف چند باتیں منسوب کی ہیں مثلاً یہ کہ :-

"یہ اچھی بات نہیں کہ کسی مسلمان پر تحقیق کئے بغیر غیر ذمہ داری کا الزام لگایا جائے اور اس کے بارے میں یہ بدگمانی کی جائے کہ اس نے ایک مرحوم شخص کے بارے میں غلط بیانی کی ہے ۔ یہ مقالہ بلا مبالغہ مدعی سست اور گواہ چست کا مصداق ہے"

حالانکہ امر واقعہ یہ ہے کہ میرے مقالے میں الزام ، بدگمانی اور غلط بیانی کی قسم کے الفاظ سرے سے موجود ہی نہیں ۔ اور نہ میں اس قسم کے اسلوب بیان اور طرز نگارش کا عادی ہوں ۔ میرا طریقہ تو یہ ہے ؎

کفر است در طریقت ما کینہ داشتن
آئین ما ست سینہ چوں آئینہ داشتن

جناب طالب ہاشمی صاحب نے مولانا عبدالماجد مرحوم کے بارے میں جو نکتہ اٹھایا ہے ۔ وہ مرزائیوں کے مفاد ہی میں جاتا ہے ۔ اور وہ اس کو اپنے مفاد کے لئے استعمال کر سکتے ہیں ۔ میں نے مولانا عبدالماجد مرحوم کے دفاع میں اس لئے قلم اٹھایا کہ وہ اپنی علمی ، دینی اور تفسیری خدمات کی بنا پر بلاشبہ ہماری قوم کا بہترین اثاثہ ہیں اور ان کے مرتبہ اور وقار کا تحفظ ہمارا اہم فریضہ ہے ۔ اس کے علاوہ میں اس بحث میں حصہ لینے پر اس لئے بھی مجبور ہوا ۔ کہ اس بحث کے ذریعہ قادیانیت کی حقیقت کو اور بھی بے نقاب کیا جائے ۔ چنانچہ آگے چل کر بہت سے حقائق سامنے آجائیں گے ۔

طالب ہاشمی صاحب نے میرے مقالے کو مدعی سست اور گواہ چست کا مصداق قرار دیا ہے لیکن میں کے اس طنز کو بنظر تحسین دیکھتا ہوں کہ انہوں نے تسلیم کیا ہے کہ میں نے مولانا عبدالماجد سے متعلق ایک حقیقت کے اثبات کے لئے عام معمول سے بڑھ چڑھ کر دلچسپی دکھائی ہے ۔ جب کہ اس سے میری کوئی ذاتی غرض وابستہ نہ تھی ۔

احادیث میں شہادت کی فضیلت و اہمیت | قرآن و حدیث میں شہادت کی بڑی فضیلت و اہمیت بیان ہوئی ہے ۔ ارشاد ربانی ہے ۔

وَاَقِیْمُوا الشَّہَادَۃَ لِلّٰہِ ط (الآیۃ) خدا کے لئے شہادت خوب قائم کرو ۔

اور صحیح مسلم میں حضرت زید بن خالدؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ۔

اَلَا اُخبِرُکُم بِخَیرِ الشُّهَدَاءِ — کیا میں تم کو بہترین گواہوں کا پتہ بتا دوں۔
اَلَّذِی یَأْتِی بِشَهَادَتِهٖ قَبلَ — بہترین گواہ وہ ہیں جو دریافت کرنے سے
اَنْ یُّسْئَلَهَا۔ — پہلے گواہی دیں اور حق بات کہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بہترین گواہ وہ ہے جو مدعی کے بلائے بغیر آئے اور اس کے حق میں گواہی دے
حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اس حدیث کی تشریح میں "لمعات" میں لکھتے ہیں۔

انّه محمول علی من عنده الشهادة — یہ حدیث اس شخص کے بارے میں ہے جس کے
لاحد بحق ولا یعلم المدعی انه — پاس کسی کے حق کے بارے میں شہادت ہو اور مدعی
شاهد له — لمعات بہامش مشکوٰۃ ص۳۲۷ — کو معلوم نہ ہو کہ وہ اس کا گواہ ہے۔

تو ایسا بے لوث اور بے غرض گواہ اگر مدعی کے حق میں گواہی دے تو لسانِ نبوت نے بہترین گواہ قرار دیا ہے
اگرچہ جناب طالب ہاشمی صاحب ایسے گواہ کو

"مدعی سست اور گواہ چست قرار دے رہے ہیں"

اور سنئے۔ فقہاء حنفیہ اس بارے میں کیا کہتے ہیں۔

مسئلہ۔ مدعی کے طلب کرنے پر گواہی دینا لازم ہے۔ اور اگر گواہ کو اندیشہ ہو کہ گواہی نہ دے گا تو صاحب کا حق تلف ہو جائے گا۔ یعنی اسے معلوم ہی نہیں ہے کہ فلاں شخص معاملہ کو جانتا ہے کہ اسے گواہی کے لئے طلب کرتا تو اس صورت میں بغیر طلب بھی گواہی دینا لازم ہے۔ (بحوالہ درمختار)

حدیث مبارک میں بغیر طلب کے گواہی دینا بہترین قرار دیا ہے اور فقہاء حنفیہ نے یہ استنباط کیا کہ مدعی کو اپنا گواہ معلوم نہ ہو۔ تو اس صورت میں طلب کے بغیر بھی گواہی دینا لازم ہے تاکہ عدم گواہی کی بنا پر مدعی کا حق نہ ضائع ہو جائے۔

مسلمان شہداء اللہ ہیں — اس سلسلے میں ایک اور ارشاد نبویؐ علیہ الصلوٰۃ والسلام ملاحظہ ہو۔

صحیحین میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ ایک جنازے کے پاس سے گذرے تو صحابہ نے اسے اچھا کہا۔ نبی علیہ السلام فرمایا واجب ہو گئی۔ پھر دوسرے جنازے کے پاس سے گذرے۔ صحابہ نے اسے برا کہا کہ وہ برا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا واجب ہو گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ کیا چیز واجب ہو گئی؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس جنازے کو تم نے اچھا کہا اس کے لئے جنت واجب ہو گئی۔ اور جس کو تم نے برا کہا اس پر دوزخ واجب ہو گئی۔ تم زمین میں اللہ کے گواہ ہو"

اس حدیث مبارک سے یہ حقیقت ثابت ہو گئی کہ مسلمان اللہ کی زمین پر اللہ کے گواہ ہیں ان کی گواہی سے حقوق العباد اور حقوق اللہ ثابت ہو جاتے ہیں اور یہ جس شخص کو اچھا کہیں اور اس کی نیکیاں بیان کریں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول ہے اور جس کو کہیں یہ برا تھا اور اس کی برائیاں بیان کریں تو وہ مردود ہے۔

ان احادیث کی روشنی میں ہر مسلمان کا فرض ہو جاتا ہے کہ وہ دوسرے مسلمان کے حقوق کی حفاظت کرے اور مقدور بھر اس کی عزت و مرتبہ پر کوئی آنچ نہ آنے دے خصوصاً حقوق رفتگان کا تو خاص طور پر خیال رکھے کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مُردوں کا ذکر خیر کرنے اور ان کی برائیوں سے زبان بند رکھنے کی تاکید فرمائی ہے۔ چنانچہ ابوداؤد اور ترمذی میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

اُذکُرُوا محاسنَ موتاکُم وَ کفُّوا عَن مَساوِیْھِم۔	اپنے مُردوں کا ذکر خیر کرو۔ اور ان کی برائیاں بیان نہ کرو۔

اور بخاری میں حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

لَا تَسُبُّوا الا موات فَاِنَّھُم قَد افضوا الیٰ ما قدموا	تم مُردوں کو گالیاں نہ دو کیونکہ انہوں نے جو اعمال آگے بھیجے تھے وہ ان کو پہنچ گئے ہیں

صاحب مرقات نے اس حدیث کی تشریح ان الفاظ میں کی ہے۔

لا تسبوا الاموات ای باللّعن والشّتم و ان کانوا فجّاراً او کفّاراً اِلّا اذا کان موته بالکفر قطعیًّا کفرعون و ابی جهل و ابی لهب (مرقات بہامش مشکوٰۃ ص۱۴۵)	تم اپنے مُردوں کو گالیاں یعنی ان پر لعن طعن نہ کرو۔ اگرچہ وہ فاسق اور کافر ہوں مگر اس کافر پر لعن طعن کی اجازت ہے جس کی موت یقینی طور پر حالت کفر پر واقع ہوئی ہو جیسا کہ فرعون، ابی جہل اور ابی لہب کا خاتمہ کفر پر ہوا۔

مولانا عبدالماجد مرحوم کے محاسن اتنے کثیر ہیں کہ خاص و عام مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت ان کی مدح پر ان کی اسلامی خدمات کو نظر تحسین دیکھ رہی ہے۔ اور یہ گواہی دے رہی ہے کہ انگریزی اور اردو میں

ان کی لکھی ہوئی دونوں تفسیریں تعلیم یافتہ حضرات، بالخصوص مغرب زدہ طبقہ کے لئے انتہائی مفید ثابت ہوئی ہیں

تاج کمپنی کی نظر میں تفسیر ماجدی کی اہمیت | تاج کمپنی برصغیر پاک و ہند کی مشہور و ممتاز کمپنی ہے جو قرآن پاک کی طباعتی خدمات احسن طریقے سے انجام دیتی چلی آرہی ہے۔ تفسیر ماجدی کو بھی اسی کمپنی نے حسن اہتمام کے ساتھ طبع کیا ہے شیخ عنائت اللہ مینجنگ ایجنٹ تاج کمپنی نے تفسیر ماجدی پر "گذارش ناشرین" کے نام سے جو ابتدائیہ لکھا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تاج کمپنی کی نظر میں تفسیر ماجدی کو ایک امتیازی شان اور انتہائی اہم مقام حاصل ہے۔ ذیل میں اس ابتدائیے سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو:۔

"اردو زبان میں بحمد اللہ تراجم اور تفاسیر کی کمی نہیں ہے۔ بہت ہیں۔ بہتر سے بہتر اور عمدہ سے عمدہ لیکن ایک چیز میرے دل میں عرصہ سے کھٹک رہی تھی۔ اردو زبان میں نہ کوئی ترجمہ ایسا تھا، نہ کوئی تفسیر جو جدید تعلیم یافتہ اور یورپ زدہ طبقہ کے درد کا درمان بن سکے۔ بنوعباس کے عہد میں جب یونان کے علوم و فنون ترجمہ ہو کر عربی زبان میں پہنچے تو شک و ریب کا ایک طوفان اٹھا اور وقت کے علماء و صلحاء اس کی روک و تھام میں لگ گئے۔ علم کلام پر بہت سی کتابیں لکھی گئیں اور شک و ریب کی تمام فتنہ سامانیوں کا استیصال کر دیا گیا۔ ترجمہ و تفسیر کے سلسلے میں ہم آج تک بغیر کسی ترمیم و تغیر کے اسی صدہا برس کے پرانے راستے پر چل رہے ہیں حالانکہ اب حالات بدل چکے ہیں۔ جس طرح یونان کے علوم و فنون نے ارسطو اور جالینوس نے، افلاطون اور بقراط نے، ان کے فلسفہ اور نظریۂ زندگی، عقائد اور اخلاق کے اقدار پر حملہ کیا تھا بالکل اسی طرح عہد جدید میں فرنگی علوم و فنون نے فلسفہ اور نظریہ نے، کانٹ اور ہیگل نے نیٹشے اور برکلے نے، آئن سٹائن، فرائڈ ایڈلر، یونگ نے زندگی، عقائد اور اخلاق کے اقدار پر بے پناہ حملہ کیا۔ ہم چیخے تو بہت، لیکن اس کی روک تھام کے لئے کچھ نہ کر سکے۔ اس فتنے کی روک تھام میں، ان نظریات کی تغلیط و تکذیب میں شک و ریب کی اس لہر کو کاٹنے میں وہی شخص کامیاب ہو سکتا ہے جو مغرب کا اداشناس ہو۔ مغربی علوم و فنون کا ماہر ہو۔ مغرب کی ذہنیت، فطرت اور مزاج کا راز داں ہو۔ جو خود شک و ریب کی وادیوں میں ٹھوکر کھا چکا ہو۔ جو خود تشکیک کے دریا میں شناوری کر چکا ہو۔ جو لادینیت کے فلسفہ سے بھی واقف ہو۔ اور عمل سے بھی۔ اور پھر جس نے اسلام کی برتری کے آگے سر جھکا دیا ہو۔"

خوش قسمتی سے مولانا عبدالماجد دریابادی تک میری رسائی ہوئی۔ مولانا علوم مغربی کے ماہر ہیں۔ تاریخ قدیم و جدید پر ان کی بڑی وسیع نظر ہے۔ بائبل کے تمام ادوار ان کی نظر میں ہیں۔ فلسفہ ان کا خاص موضوع

رہا ہے۔ وہ "فلسفۂ جذبات" اور "فلسفۂ اجتماع" جیسی کتابوں کے مصنّف ہیں۔ وہ ایک عرصہ دراز تک الحاد وتشکیک کی وادی میں بھی سرگرداں رہ چکے ہیں۔ اور اب! وہ ایک مردِ مسلمان ہیں۔ جس دقّتِ نظر سے انہوں نے علوم مغربی سیکھے تھے اس سے زیادہ ژرف نگاہی کے ساتھ انہوں نے علوم اسلامیہ میں دستگاہ حاصل کی۔ اب اسلام ان کا اوڑھنا بچھونا ہے۔ ان کی زندگی اسلام کے رنگ میں رنگی ہوئی ہے۔ رچی ہوئی ہے بسی ہوئی ہے انّ صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین۔

مولانا نے تن تنہا اس کارِ عظیم کا بارِ گراں اپنے دوشِ ناتواں پر اٹھا لیا۔ سالہا سال کی عرق ریزی اور دیدہ کاوی کے بعد انہوں نے اردو زبان میں قرآنِ پاک کی ایسی تفسیر تحریر فرمائی جو مغرب زدہ طبقہ کے لئے آبِ حیات سے کم نہیں۔ یہ تفسیر ان تمام امراض کا کافی اور شافی علاج ہے جو مغرب کے پیدا کئے ہوئے ہیں۔ اور جو انسان کے عقائد وخیالات کو مسموم اور ذہن ودماغ کو مفلوج کر دیتے ہیں۔

مولانا کے اس ترجمہ وتفسیر کے بارے میں صرف اس قدر عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہندوستان وپاکستان کے علمائے دین اس کارنامے کی داد دے چکے ہیں۔ نیز حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی ہدایتیں اور صلاحیتیں تو خاص طور پر، قدم قدم پر مولانا کو حاصل ہوتی رہیں۔ اس طرح یہ ترجمہ اور تفسیر اپنے اندر ایک خاص شانِ امتیاز رکھتا ہے۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشآء

مولانا مرحوم اکابر کی نظر میں مولانا عبدالماجد دریا بادی کا مرتبہ برصغیر کے اکابر علمائے دین کی نظر میں بہت بلند ہے۔ ان کو انگریزی اور عربی پر پورا عبور حاصل تھا۔ انہوں نے اپنی زندگی کا معتدبہ حصہ اور اپنی تمام توانائیاں قرآن مجید کی خدمت میں صرف کیں۔ انگریزی کے علاوہ ان کی اردو تفسیر کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں جو پاکستان اور ہندوستان کے گوشے گوشے میں پہنچ چکے ہیں۔ اور تعلیم یافتہ اور یورپ زدہ طبقے کے علاوہ عام دینی اور تحقیقی ذوق رکھنے والے فضلا بھی اس سے مستفید ہو رہے ہیں۔

ڈاکٹر شیخ محمد اکرم ایم اے نے برصغیر کے مسلمانوں کی مذہبی اور علمی تاریخ پر تین قابلِ قدر کتابیں لکھی ہیں موصوف حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ذکر واذکار کے سلسلے میں لکھتے ہیں:۔

"آپ کے پُرجوش مریدوں میں سید سلیمان ندوی، مولانا عبدالماجد دریاآبادی اور مولانا عبدالباری ندوی جیسے عالم، فاضل بزرگوں کے نام آتے ہیں" (موجِ کوثر صد ۲۰۵)

علامہ اقبال کی ہمہ گیر شخصیت سے کون انکار کر سکتا ہے۔ لیکن شیخ محمد اکرم لکھتے ہیں کہ:۔

" اس (اقبال) نے کئی باتوں میں تو معتزلہ طریقوں سے اسلاف کیا اور بعض امور میں اکبر الہ آبادی۔ سید سلیمان ندوی اور مولوی عبدالماجد دریا آبادی کی متابعت کی"
(موج کوثر ص ۲۹۷)

"موج کوثر" کا ایک اور اقتباس ملاحظہ ہو جس میں مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا عبدالماجد دریا بادی کے درمیان اس اختلاف کو ظاہر کیا گیا ہے۔ مولانا عبدالماجد نے اپنی مشہور کتاب "فلسفۂ جذبات" کے چند اجزاء "الہلال" میں شائع کرائے جس میں ایک انگریزی لفظ کا ترجمہ "حظ و کرب" کیا۔ مولانا ابوالکلام نے اس سے اختلاف کیا۔ اور "لذّت و الم" کی ترکیب کو اظہار مطلب کے لئے زیادہ موزوں قرار دیا۔ اسے مولانا عبدالماجد نے تسلیم نہ کیا۔ اور اپنی رائے کی تائید میں دلائل دئے۔ اس پر مولانا آزاد نے ایک مضمون "الفتنۃ اللغویۃ" ترتیب دیا۔ لیکن شیخ محمد اکرم نے بحث کے نتیجے میں اپنی رائے کا اظہار ان الفاظ میں کیا کہ:۔

" دو لفظوں کے ترجمے کے متعلق مولانا عبدالماجد کا اختلاف آخر اتنا سنگین جرم نہ تھا کہ اسے ایک بڑا فتنہ قرار دیا جائے لیکن یہ مولانا کا زور قلم تھا جس نے ع

اتنی سی بات تھی جسے افسانہ کر دیا (موج کوثر ص ۲۵)

ملتان کے مشہور مصنف منشی عبدالرحمٰن خان اس ضمن میں لکھتے ہیں کہ:۔

" قدرت کا یہ انتظام دیکھا کہ وہ بسا اوقات ایسے حضرات سے خدمت دین و قرآن لیتی ہے جو ان کے منکر یا مخالف ہوتے ہیں۔ جیسے حضرت مولانا عبیداللہ سندھی، مولانا احمد علی لاہوریؒ کو غیر مسلموں کی صفوں سے مولانا عبدالماجد دریا آبادی اور مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کو دہریوں کے نرغوں سے نکال کر مفسر قرآن اور داعی اسلام بنا دیا۔ سبحان اللہ و بحمدہ (چند ناقابل فراموش شخصیات ص ۱۶۵)

شیخ الاسلام مولانا مدنی کی توجہات عالیہ

اب ہم اس ضمن میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے صرف دو مکتوبات شریفہ کا حوالہ دیتے ہیں جو انہوں نے حج بیت اللہ اور زیارت روضہ مقدسہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ کے دوران مولانا عبدالماجد دریا بادی کے نام ارسال فرمائے تھے۔

"مکتوبات شیخ الاسلام" کے نام سے جو مجموعہ شائع ہو چکا ہے یہ دونوں مکتوبات اس میں موجود ہیں اس کے علاوہ حضرت مدنی کے خلیفہ مجاز مولانا قاضی مظہر حسین صاحب سرپرست ماہنامہ "حق چار یار" نے بھی اپنے رسالے میں ان دونوں مکتوبات کو شائع کیا ہے۔ جو "حق چار یار" کے چھ صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں۔ ہم ذیل میں ان مکتوبات

مبارکہ کے چند مختصر اقتباسات پیش کرتے ہیں۔

"محترما! اصل الاصول نماز و زکوٰۃ کے علاوہ روزہ اور حج ہیں۔ روزہ محبوبیت کی منزل اول اور حج منزل
ثانی ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ عاشق پر اولین فریضہ ہی ہے کہ اغیار سے قطع تعلق کیا جائے۔ جو کہ روزہ
میں ملحوظ رکھا گیا ہے دن کو اگر صیام کا حکم ہے تو رات کو قیام کا حکم ہے اور آخر میں اعتکاف نے آکر رہے
سہے تعلقات کا بھی خاتمہ کر دیا"

" اس کے بعد ضروری ہے کہ دوسری منزل کی طرف قدم بڑھایا جائے۔ یعنی کوچۂ محبوب اور اس کے
در و دیار کی جبہ سائی کا فخر حاصل کیا جائے اس لئے صیام کے ختم ہوتے ہی ایام حج کی ابتدا ہوتی ہے جس کا اختتام
نحر (قربانی) پر ہے۔ کوچۂ محبوب کی طرف اس عاشق کا سفر کرنا جس نے تمام اغیار کو ترک کر دیا ہو اور سچے
عشق کا مدعی ہو، معمولی طریقہ پر نہ ہوگا۔ نہ ان کو سر کی خبر ہوگی نہ پیر کی نہ بدن کے زیب و زینت کا خیال ہوگا"

" کوچۂ محبوب میں پہنچے ہیں تو اس کے در و دیوار کے ارد گرد پوری فریفتگی کے ساتھ چکر لگاتے ہیں ۔
ط: سر ہے تو کہیں در و دیواروں اور پتھروں پر لب ؛

میرے محترم! یہ تھوڑا سا خاکہ حج اور عمرہ کا ہے۔ اگر دل میں تڑپ اور سینہ میں درد نہ ہو تو زندگی
بے۔ یہاں عقل کے ہوش گم ہیں جس قدر بھی بے عقلی اور شورش ہوگی اور جس میں بھی اضطراب اور
بے چینی ہوگی اسی قدر یہاں کمال شمار کیا جائے گا ؎

کفر کافر را و دین دیندار را
ذرّۂ دردِ دلِ عطار را

میں نے آپ کا بہت وقت ضائع کیا اگر میری عرض غلط ہو، پھاڑ کر پھینک دیجئے اور ان بزرگ
آبادی کلمات تعویذ جاں بنائیے۔ اور اگر اس میں کوئی جھلک صداقت اور واقفیت کی معلوم ہو تو مولانا عبد الباری
ندوی اور حکیم عبد العلی صاحب کو بھی دکھلا دیجئے الخ (بحوالہ "حق چار یار" لاہور بابت جون جولائی ۱۹۸۹ء)

حضرت مولانا مدنیؒ کے ان مکتوبات کی روشنی میں دیکھئے کہ مولانا دریا بادی علم و تقویٰ اور سلوک و طریقت کے کتنے بلند مقام پر فائز
تھے۔ حضرت مدنیؒ ان کو حرمین شریفین سے یاد کر رہے ہیں اور ان کے نام دو بابرکت اور خلوص و محبت سے لبریز خطوط بھیج رہے ہیں حقیقت
یہ مولانا دریا آبادی حضرت تھانوی اعلی اللہ مقامہ کے مرید خاص اور مقبول نظر تو تھے ہی۔ حضرت مدنیؒ کی بارگاہ عالیہ میں بھی محبوبیت
کا مقام رکھتے تھے اور معلوم ہے کہ بمصداق "لا یشقی جلیسہم" بزرگان دین اور اولیائے کاملین کے ہمنشیں اور صحبت یافتہ محروم نہیں ہوتے
؎ روشن از پرتو رویت نظرے نیست کہ نیست منت خاک درت بر بصرے نیست کہ نیست

(جاری ہے)

مولانا محمد سعید الرحمٰن شمس
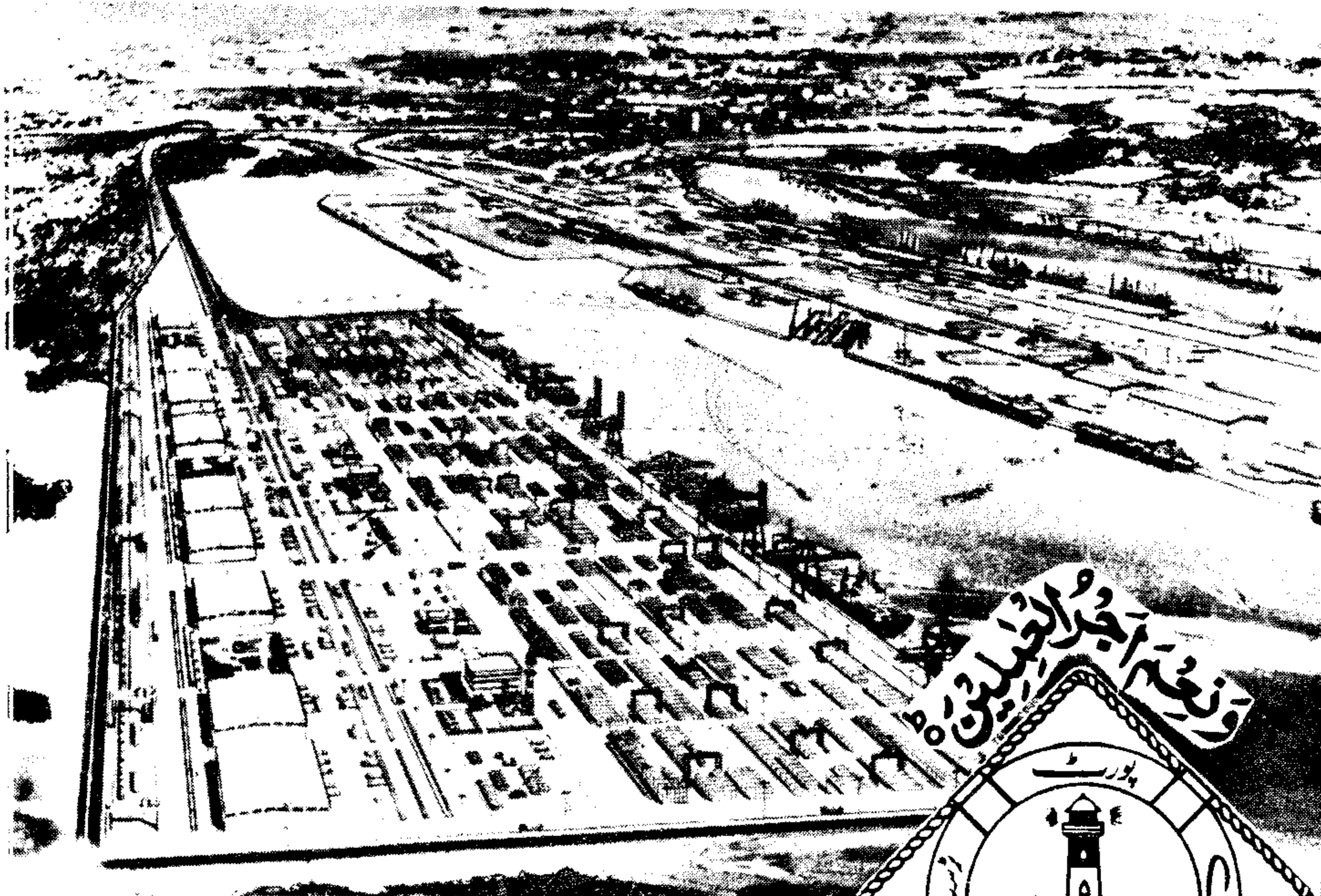
اسلامی تعلیمات
اور
عصری تقاضے

عصر حاضر جسے سائنس اور ٹیکنالوجی کا دور بھی کہا جاتا ہے۔ کچھ مغرب زدہ اور مذہب سے بیگانے و بیزار نام نہاد روشن خیال مفکرین یہ کہتے ہوئے سنائی دیتے ہیں کہ اسلامی تعلیمات و اقدار دور حاضر کے علمی، تمدنی، معاشرتی اور اجتماعی تقاضوں کو پورا نہیں کرتیں۔

ان کا یہ قول درحقیقت ان کی کم نظری کج فہمی اور کوتاہ فہمی پر مبنی ہے۔ اگر یہ لوگ غور و فکر اور ہوش و خرد سے کام لیں تو معلوم ہو جائے گا کہ اسلام اپنے زرین اصولوں اور عظیم تعلیمات کے باعث آج بھی ویسا ہی قابل عمل ہے جیسا کہ چودہ صدیاں پیشتر تھا۔ اس کی تعلیمات آج بھی ویسی ہی پرکشش اور درخشاں ہیں جیسا کہ ماضی میں تھیں۔ وہ مذہب ہی کیا جس کی اپیل وقتی اور جس کے تقاضے محدود ہوں۔

موجودہ دور چونکہ فحاشی، بےحیائی، بداخلاقی، جنسی بے راہ روی، کفر و الحاد، نافرمانی اور ہر قسم کی آزادی کا داعی ہے اس قسم کے تمدن و ثقافت اور مذاق و مزاج کی اشاعت میں، فحش لٹریچر، پر تشدد اور جنسی ہیجان انگیز فلمیں، ٹیلی ویژن، وی سی آر وغیرہ جو کردار ادا کر رہے ہیں وہ کسی سے مخفی اور پوشیدہ نہیں۔ اس اعتبار سے اگر کہا جائے کہ اسلام دور حاضر کی تعلیمات اور اقدار سے ہم آہنگی اور مطابقت نہیں رکھتا تو شاید یہ کہنا درست ہو۔ لیکن اگر بغور دیکھا جائے تو دور حاضر کی یہ بدعات و خرافات اقدار و تعلیمات نہیں۔ بلکہ ان کی نفی اور انکار ہے۔ عمدہ و اعلیٰ اخلاق و تعلیمات کا جو پودا مذہب اسلام اور اس کے عظیم ترین داعی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصب فرمایا تھا اسے آج کا مادہ پرست اور ناعاقبت اندیش اور ہر چمکدار چیز کو سونا سمجھنے والا انسان بڑی بے دردی اور بے تکلفی سے ساتھ اپنے پیروں تلے روند رہا ہے لیکن سب جانتے ہیں کہ چند بھٹکے ہوئے اور سر پھرے افراد کی بے راہ روی اور غلط اندیشی سے اعلیٰ اقدار کی عدم افادیت ثابت نہیں ہو سکتی ایسا کر کے وہ خود اپنی کم نظری اور تعصب کا ثبوت دیتے ہیں آسمان پر تھوکنے والے کا تھوک خود اس کے منہ پر آتا ہے۔

لیکن پیشتر اس کے یہ بیان کیا جائے کہ اسلامی تعلیمات و اقدار کی عصر حاضر سے مطابقت ہے یا نہیں دیکھنا یہ ہے کہ خود اقدار و تعلیمات کیا ہیں ؟ ان کا جواب قارئین ملاحظہ فرمائیں ۔

بنیادی عقائد، کلمہ توحید، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج سے قطع نظر اسلام چند گنے چنے اخلاق یا ... کا نام نہیں ہے بلکہ یہ اخلاق کی ایک وسیع و عریض دنیا ہے جسے اس مختصر سے مقالہ میں بیان کر دینا ممکن نہیں۔ اس لئے ذیل میں جو کچھ درج ہو گا وہ اسلامی تعلیمات اور اس کے اخلاق سے مشتے نمونہ از خروار ہو گا۔ جس سے اس کی مزید تعلیمات کا اندازہ لگانا آسان ہو گا۔

معاشرتی اور سماجی زندگی کے تعلق سے اسلام کی سب سے پہلی تعلیم رفق و نرمی اور حسن سلوک ہے۔ تواضع و انکساری پیغمبر اسلام محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص وصف تھا اسی چیز کے پیش نظر باری تعالیٰ قرآن حکیم کے اندر آپ کے اخلاق و عادات کے متعلق فرماتا ہے ۔

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ لِنتَ لَهُمْ	اے پیغمبر! آپ اللہ کی مہربانی ہی سے لوگوں
وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ	کے لئے نرم واقع ہوئے ہیں۔ اگر آپ ترش
لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ	رو اور سخت ہوتے تو یقیناً لوگ آپ کے
(الآیۃ)	پاس سے بکھر جاتے ۔

اسلامی تعلیمات میں پہلے خود عملی ہے اور بعد ازاں دوسروں کو تلقین و نصیحت۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس آیت کے ذریعہ ان افراد کی شدید مذمت اور تنبیہ کی ہے جو دوسروں کو نیکی کی تلقین کرتے ہیں مگر اپنے آپ کو بھول جاتے ہیں ملاحظہ ہو ارشاد باری تعالیٰ

اتامرون الناس بالبر وتنسون.....انفسکم (القرآن)

اسلامی اقدار میں حسن خلق اور رہن سہن میں نہایت عمدہ طریقہ اختیار کرنا ہے ایک سچا مسلمان غیبت، خیانت، جھوٹ، پردہ دری، حسد اور کینہ سے محفوظ رہتا ہے برے اور گھٹیا قسم کے مذاق اور جھوٹ سے کے کان بہرے اور بند ہوتے ہیں۔ اسلام بلند ہمتی استقلال اور اولوالعزمی کی تعلیم دیتا ہے وہ خدا پر بھروسہ اور اعتماد کرنے کے ساتھ ساتھ اس امر کا بھی قائل ہے کہ انسان دنیا و عقبیٰ کی فلاح و بہبود میں قوت بازو اور عمل پر بھروسہ رکھے ۔ارشاد باری تعالیٰ ہے ۔ لیس للانسان الاما سعیٰ انسان کے لئے سب کچھ اس کی کوشش ہے ۔اس امر کا زندہ و پائندہ ثبوت ہے ۔ اسلام صرف ایمان یعنی فقط تصدیق بالقلب کا نام ہی نہیں بلکہ عمل اس کا جزو لازم ہے ۔یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں لوگوں سے جہاں ایمان و ایقان کی خواہش کی گئی ہے وہیں عمل کو بھی اس کے ساتھ شامل کیا گیا ہے ۔ ڈاکٹر اقبال کا یہ مشہور شعر کہ ؎

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

یا پھر یہ شعر ؎

یقیں محکم عمل پیہم محبت فاتح عالم
جہاد زندگانی میں یہ ہیں مردوں کی شمشیریں

دراصل اسلامی اقدار کی صحیح اور کامل تفسیر ہے۔

اسلامی اقدار میں چھوٹوں پر شفقت و رحمت اور بڑوں کی توقیر و تعظیم ایک خاص اور اہم مسئلہ ہے اس کا ثبوت پیغمبر اسلام کے اس ارشاد گرامی سے ملتا ہے۔

من لم یرحم صغیرنا و لم یؤقر کبیرنا فلیس منا — جو شخص چھوٹوں پر رحم اور بڑوں کی تعظیم نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

اسلام مجموعۂ اخلاق حسنہ ہے اس نے اپنے متبعین کو شدت سے تلقین کی ہے کہ بد خلقی اور بد مزاجی سے بچیں۔ حضرت عمر بن خطابؓ کا ارشاد ہے کہ اگر انسان میں دس خصلتیں ہوں نو اچھی اور ایک بد مزاجی تو مؤخر الذکر باقی تمام خصائل کو تباہ و برباد کر دیتی ہے اسلامی اقدار و معاشرہ میں انسانی ہمدردی، بھائی چارے اور محبت و ہمسایہ پر خاص الخاص زور دیا گیا ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد ہے کہ اچھی ہمسائیگی یہی نہیں ہے کہ تکالیف کو روکے بلکہ ہمسایہ کی تکلیف پہنچانے پر صبر بھی کرے۔ انسانی معاشرے میں اسلام نے ہمدردی اور ایک دوسرے کی مدد کرنے کو خاص طور پر سراہا ہے اور اسے خوشنودی باری تعالیٰ کا اہم وسیلہ قرار دیا ہے صحیح حدیث میں وارد ہے۔

من نفس عن مؤمن کربۃ من کرب الدنیا نفس اللہ کربۃ یوم القیمۃ (الحدیث) — جو شخص با ایمان آدمی کی دنیوی بے چینی دور کرے گا خدا قیامت روز اس کی تکلیف دور کر دے گا۔

اسلامی اقدار میں شرم و حیا اور عزت نفس کو ایک خاص مقام حاصل ہے اسلام نے حیا و شرم پر اتنا زور دیا ہے کہ اسے جزو ایمان قرار دیا ہے اس کا ثبوت "الحیاءُ شعبۃ من الایمان" سے ملتا ہے۔

اسلامی اقدار میں پاک و پاکیزہ زندگی بسر کرنے کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔ اسی لئے اسلام چوری، زنا، بدکاری، شراب نوشی اور جوئے بازی کو انسانی معاشرے میں ایک لعنت قرار دیتا ہے اسلام نے شدت کے ساتھ ان پر قابو پانے کے لئے زیادہ سے زیادہ سخت سزائیں مقرر کی ہیں۔ بلا شبہ چوری میں ہاتھ کاٹنا، زنا پر

پر سنگساری اور کوڑے، شراب نوشی اور جوئے بازی پر درّے اور حدود کا اجرا، انتہائی شدید سزائیں ہیں۔ لیکن چند سر پھرے اور غلط کار افراد کی سزا سے پورا انسانی معاشرہ محفوظ و مامون رہتا ہے جب جسم کے کسی عضو میں ناسور پکڑ جاتا ہے تو اس عضو کا کاٹنا ہی اولیٰ اور مناسب ہوتا ہے یہی کیفیت سارق شارب خمر۔ اور قمار بازی وغیرہ کی ہے۔ یہ لوگ معاشرے کے حق میں ناسور سے کسی طرح بھی کم نہیں ہیں۔ اس کا ثبوت موجودہ زمانہ کے ہپیوں سے ملتا ہے جنہوں نے اپنی چرس، گانجا، افیم، براؤن شوگر اور اسی قسم کی قبیح عادات سے نہ صرف خود کو خراب کیا بلکہ جہاں کہیں بھی ان کے منحوس قدم پہنچے ہیں ذہنی اور اخلاقی طور سے تباہی لائی ہے۔ ان لوگوں کا صرف ایک ہی نعرہ ہے کہ ع

"بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست" اور

"دم مارو دم مٹ جائے غم"

یہ وہ برا نشہ ہے جس نے اپنی عفونت و گندگی سے ہزاروں ہی کیا بلکہ لاکھوں ابھرتے ہوئے نوجوانوں کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا ہے۔ اس وقت جو مسلمانوں میں ہپی انداز کی بے شرمی و بے حیائی مشاہدہ میں آتی ہے وہ یقیناً اسلامی اقدار و تعلیمات کے منافی ہے۔

اسلام میں چار بیویوں تک کی اجازت پر انگلیاں اٹھائی جاتی ہیں لیکن معترض حضرات یہ بھول جاتے ہیں کہ دور حاضر کا مغربی معاشرہ چار ہی نہیں بلکہ ایک مرد کے لئے بیسیوں بیویوں کی اجازت دیتا ہے۔ عورتوں کی مردوں پر فوقیت کے باعث نتیجہ یہ ہے کہ عورت آج ایک شخص کی ہے کل وہی دوسرے مرد کی ہو جاتی ہے اس لئے مؤخر الذکر کے ساتھ رہنا مطلق پسند نہیں ہوتا۔ ازدواجی امور میں عریانیت و بے راہ روی مغربی معاشرہ کی ایک اہم دین ہے جسے مرد و عورت کے مساوی حقوق کے گمراہ کن نعروں سے چھپانے کی کوشش کی گئی ہے لیکن یہی نعرہ معاشرے کی تباہی و بربادی کا باعث ہوا ہے۔

اسلامی اقدار و معاشرے میں پردے کو ایک امتیازی مقام حاصل ہے یہ عورت کی شرم و حیا کا باعث اور معاشرے کو اخلاقی انارکی سے باز رکھتا ہے۔ اگرچہ پردہ کا مطلب محض موجودہ اور عام برقعہ ہی نہیں ہے بلکہ ہر وہ ساتر شئی مراد لی گئی ہے۔ کہ جس سے صنف نازک واقعی "چراغ خانہ" ہی معلوم ہو۔ پردہ سے مراد شرم و حیا بھی ہے جو اسلام کی اہم تعلیم ہے۔ ہمارے خیال میں یہی مقصود اس آیت قرآنی کا ہے "واذا سالتموھن متاعا فاسئلوھن من وراء حجاب"

حجاب یعنی سر پر چادر ڈال کر یا گھونگھٹ نکال کر عورتوں کا مردوں کے روبرو چلنا عہد پیغمبرؐ میں عام تھا۔ عورتیں غلس یعنی اندھیرے میں ہی مساجد میں آتی تھیں اور اسی طرح واپس چلی جاتی تھیں۔ منشا کہنے

کا یہ ہے کہ موجودہ برقعہ بہت بعد کی ایجاد ہے جو دیگر اقوام بالخصوص اہل ایران کے اثر سے اسلامی معاشرے کا جزو بنا ہے۔ تاہم مروّجہ برقعہ یا نقاب کو غیر اسلامی بھی نہیں قرار دیا جا سکتا۔ کیونکہ اس پر علماء اسلام کا اتفاق ہے اور دین کے کسی معاملہ میں علمائے حق کا اتفاق ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں "لا یجتمع امتی علی الضلالۃ" ہدایت و رحمت کی دلیل ہے۔ حجاب کے مخالفین اس امر کو بھول جاتے ہیں کہ موجودہ دور میں انسانی معاشرہ اس حد تک بگڑ چکا ہے۔ کہ کسی باعصمت و پاکدامن عورت کا یکہ و تنہا ایک یا چند میل کا سفر کرنا دوبھر ہو چکا ہے۔ غنڈوں اور بدمعاشوں کا چلن اس قدر عام ہو چکا ہے کہ کسی شریف عورت کا ان سے دامن بچانا خود کو ببول کے کانٹوں سے چھڑانے کے مترادف ہے اس بے حیائی سے محفوظ رہنے کا واحد علاج ستر و حجاب ہے۔

اسلام شراب کی حرمت پہ خاص طور پہ زور دیتا ہے۔ اسے خنزیر یا مردہ جانور کے گوشت کے مترادف سمجھتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اسلام کی یہ تعلیم انتہائی موزوں اور مناسب ہے دنیا میں قوموں کے معاشرے میں تمام تر اخلاقی گراوٹ اسی بنت عنب (انگور کی بیٹی) کی بدولت مشاہدے میں آتی ہے۔ اسلام نے ام الکحل کو خباثت کی جڑ گردانا ہے۔ کہنے کو تو یہ ایک سیال اور ہلکی چیز ہے۔ لیکن تمام تر اخلاقِ خبیثہ کی جڑ اور بنیاد ہے۔ اس موقع پر یہ کہانی نامناسب نہ ہوگی کہ "ایک شخص نے شیطان کو دیکھا کہ وہ ایک آدمی کی شکل میں سر پہ تلوار سونتے کھڑا ہے اور اس شخص سے کہہ رہا ہے کہ او مرد اگر جان کی خیر چاہتا ہے تو تین باتوں میں سے ایک بات کر ورنہ اس تلوار سے دو ٹکڑے کر دوں گا۔ آدمی بولا وہ تین باتیں کیا ہیں؟ جواب دیا سُن یا تو اپنے باپ کو قتل کر دے یا اپنی حقیقی بہن سے شادی کر لے یا سب سے اخیر میں شراب کا پیالہ پی لے۔

آدمی نے شراب کو آسان مصیبت سمجھتے ہوئے اس کے پینے کی حامی بھر لی۔ شراب پینے کے نتیجے میں اس شخص نے غصہ میں آکر نہ صرف اپنے باپ کو قتل کر دیا بلکہ حقیقی بہن سے بھی ہم صحبت ہو گیا۔ اسی لئے غالباً شراب کو ام الخبائث یعنی شیطنتوں کی جڑ کہا گیا ہے۔

شراب کے متعلق اسلام کی تعلیم آج بھی اسی طرح درست اور معقول ہے جیسے کہ چودہ سو سال پہلے تھی آج کی جدید دنیا شراب کی خرابیوں سے اس قدر تنگ آگئی ہے کہ بیان کرنے کے لئے الفاظ ناکافی ہیں۔ حالانکہ بہت سے لوگ اب بھی اس حقیقت کو بخوبی سمجھتے ہیں لیکن عمومی ذہن شراب نوشی کے باعث اخلاقی ذلت و پستی کی انتہا کو پہنچ چکے ہیں۔ اس لئے اصلاح آواز صدا بصحرا ثابت ہو رہی ہے۔

اپنی جہاز راں کمپنی
پی این ایس سی
کے
جہاز سے مال بھیجئے
بروقت - محفوظ - باکفایت
پی - این - ایس - سی براعظموں کو ملاتی ہے - عالمی منڈیوں کو آپ کے
قریب لے آتی ہے - آپ کے مال کی بروقت، محفوظ اور باکفایت ترسیل
برآمد کنندگان اور درآمد کنندگان، دونوں کے لئے نئے مواقع فراہم کرتی ہے -
پی - این - ایس - سی قومی پرچم بردار - پیشہ ورانہ مہارت کا حامل
جہاز راں ادارہ، ساتوں سمندروں میں رواں دواں
قومی پرچم بردار جہاز راں ادارے کے ذریعہ مال کی ترسیل کیجئے
پاکستان نیشنل
شپنگ کارپوریشن
قومی پرچم بردار جہاز راں ادارہ
PNSC
PNSC 2 88 PID - Islamabad
PARAGON
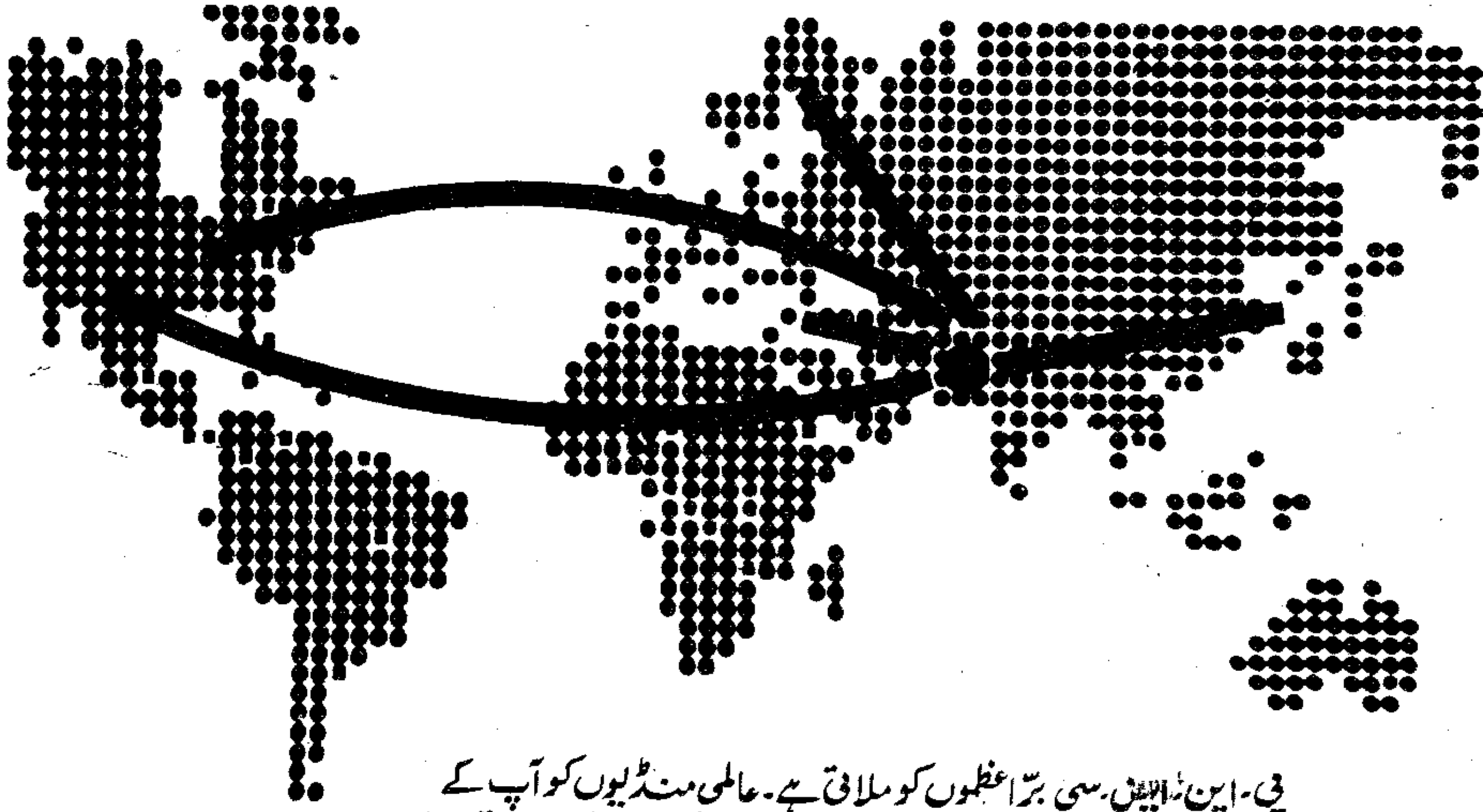
قارئین بنام مدیر

افکار و تأثرات

حضرت شیخ کبیرؒ کے افادات

"سمجھتے ہیں اہل حقؒ کی قدر چند سال بعد اسی طرح جائے گی جس طرح آج کل مکتوبات مجدد الف ثانیؒ فوائد الفواد اور مکاتیب شیخ الاسلام کی قدر اہل طلب کرتے آ رہی ہے۔ حضرت شیخ کبیر (شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ) کیا تھے کون تھے۔ یہ ہم کیا جان سکتے ہیں۔ آخر جس نحیف الجسد اور مطعون الحسد کے نقش پائے ہزاروں نے منزل کا نشان دیکھ لیا اور ہزاروں منزل کو پہنچ گئے۔ ان شاء اللہ تا دامت القمرین اپنی محبوب منزل کو پاتے رہیں گے اتنا عرض ہے ع

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

دراصل سارے دین اور سارے فلسفہ اور خیالات، عقیدیات کا خلاصہ وہی کلام ہوا کرتا ہے جو کہ کسی راہ نما کی زبان سے صادر ہوتا ہے۔ خواہ وہ نواۃ کی طرح خورد سے خورد ہو مگر فرعہا فی السماء بن جاتا ہے اصل چیز صحبت ہے صحابہ کرام کو جو اجر و مقام عظمت رسالت کے بعد ملا وہ اسی ذات عالی صفات کی صحبت کا اثر ہے۔ پھر ان کا امت پر اتنا بڑا احسان ہے کہ سارا دین اور اس کی تعبیر شارع دین علیہ السلامؑ الی یوم الدین امت تک پہنچا دی ہے۔ اہل حق کی صحبت کی ترجمانی شرف صحبت کا نہ صرف پرتو ہے بلکہ اس کا عملی اتباع ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے طویل سے طویل صحبت کے حالات جس طرح امت کو پہنچائے اسی طرح قلیل سے قلیل صحبت میں بھی جو سنا اور دیکھا امت تک پہنچایا جو آج تک مشعل راہ ہے اور قیامت تک راہ نما رہے گا بفضلہ تعالیٰ و کرمہ۔

آج کل ایک نئی کتاب وفود القبائل زیر مطالعہ ہے اس میں ایک صحابی عداس نامی کا بھی ذکر ہے جو سفر طائف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف نورانی صورت دیکھ کر قریب ہوا۔ وہ یونس علیہ السلام کا متبع تھا۔

سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے مالک کی طرف سے بھیجے ہوئے انگور کے گچھے سے ایک دانہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر کھایا تو اس نے آپ کو نبی سمجھ کر اسلام قبول کر لیا۔

میرا مقصد یہ ہے کہ عداس جیسے گمنام صحابی رضی اللہ عنہ نے اس قلیل سے قلیل صحبت کا حال امت کو پہنچایا۔ آپ پر اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل و کرم ہے کہ آپ محدث کبیرؒ کی زبان بن گئے جیسا کہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نور اللہ مرقدہ نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مولانا محمد قاسمؒ کو میری زبان بنا دیا۔ یعنی ان کے علوم و معارف حضرت نانوتوی کے واسطے سے پھیلے۔ بارک اللہ فیک وفی ذات فیک۔

(حضرت العلامہ مولانا قاضی) محمد زاہد الحسینی صاحب (مدظلہ اٹک)

مورو لینڈ (فلپائن) کی تحریک آزادی

فلپائن میں اسلام پہلی صدی ہجری کے اواخر میں پہنچا۔ اور تیسری صدی ہجری تک جزائر فلپائن کی اکثریت مشرف بہ اسلام ہوئی۔ طویل عرصے تک یہاں قبائلی نظام قائم رہا۔ دسویں صدی عیسوی سے سولہویں صدی عیسوی تک جزائر فلپائن پانچ مسلم سلطنتوں کے ماتحت رہے۔

سولہویں صدی کے وسط میں اسپینیوں کی آمد سے ان جزائر کے حالات بدلے۔ اسپینیوں کے قبضے اور مسلمان علاقوں پر مسلسل حملوں نے ان جزائر کو دو واضح مملکتوں، شمال میں اسپینی نوآبادیاں اور جنوب میں مورو لینڈ، میں تقسیم کر دیا۔ تقریباً ساڑھے تین صدیاں مورو مسلمانوں اور اسپینیوں کے درمیان جنگیں جاری رہیں۔ تمام نوآبادیاتی ہتھکنڈے آزمائے گئے۔ اس کے باوجود وہ مورو لینڈ پر غلبہ حاصل نہ کیا جا سکا۔

۱۸۹۸ء میں امریکہ نے اسپینیوں کو فلپائن سے نکال کر اپنا قبضہ جما لیا۔ سولہ سال کی جنگ کے بعد مورو لینڈ بھی امریکی قبضے میں چلا گیا، لیکن مورو مسلمانوں نے شکست تسلیم نہیں کی۔ امریکیوں کے خلاف ان کی تحریک مزاحمت پوری طاقت سے جاری رہی۔ یہاں تک کہ امریکہ نے فلپائن کی حکومتیں مسلمانوں کی نسل کشی (Genocide) کی پالیسی پر عمل پیرا رہیں جس کے نتیجے میں شمالی علاقوں کی مسلم اکثریت اقلیت میں بدل گئی۔

اسپینیوں کے بعد امریکہ اور ان کے فلپائن عیسائی حکومتوں نے مسلمانوں کو نسل کشی کے ذریعہ مٹا دینے کی پوری کوشش کی۔ اس کے باوجود فلپائن کے جنوبی علاقوں میں مسلمانوں کی اکثریت باقی رہی اور ان کی تحریک آزادی پوری قوت سے آج بھی جاری ہے۔

فلپائن کو امریکہ کی پوری حمایت حاصل ہے جب کہ مورو مسلمان بے سروسامانی کے ساتھ اپنی بقا کی جنگ تن تنہا لڑ رہے ہیں۔ پچھلے چند سالوں میں مسلم سربراہوں کی کانفرنس نے کارروائی کا آغاز کیا۔ جس کی مخالفت انڈونیشیا اور ملائشیا کر رہے ہیں۔

مورو مسلمانوں کی تحریک آزادی کی حیثیت جہاد افغانستان سے کسی طرح کم نہیں ہے اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ مسلم دنیا میں ان کی جدوجہد کا خاطر خواہ نوٹس لیا جائے۔ اور تمام مسلم ممالک ان کی امداد کریں (ثناء محمد)

سندھ اسمبلی میں ہندو نمائندوں کا کردار

ہماری دین سے غفلت کا ہی نتیجہ ہے کہ آج سندھ اسمبلی میں ہندو نمائندے اس مملکت اور مسلمانوں کے خلاف کتنی جرأت سے مخالفت کرتے ہیں کوئی سندھ کا مسلمان ان کی زبان کو لگام دینے والا نہیں۔ کہاں گئی وہ حب الوطنی اور اسلام کی غیرت؟ یہ سب ان کی غلامانہ ذہنیت کا اثر ہے۔ سب علاقائیت کی نظر ہو گیا ہے۔ اور دعویٰ ہے محب وطن ہونے کا۔ ان کے تو بڑے محب وطن نہیں تھے اقتدار کے لئے وہ ملک کو داؤ پر لگاتے رہے ہیں اور اب بھی ملک دشمنوں سے میل ہے اور ملک کو داؤ پر لگایا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم گناہ گاروں پر رحم فرمائے۔ توبہ استغفار جتنی کی جائے کم ہے۔ وہی ہماری کوتاہیوں سے درگذر فرمانے والا ہے۔

ایک مثال پر ختم کروں گا کہ ایک قطرہ پانی مسلسل اگر پتھر پر گرتا رہتا ہے تو پتھر میں سوراخ کر دیتا ہے لہٰذا ہمیں بھی حق بات کی مسلسل دعوت دیتے رہنا چاہئے۔ ناکامی سے نا امید نہیں ہونا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات بہت رحیم و کریم ہے۔ آخرت میں بھی ہماری نجات کا ذریعہ بنا دے گا۔ اور انشاء اللہ ضرور بنائے گا۔

اللہ تعالیٰ اپنے حبیبؐ کو بھی تسلی دیتے ہوئے کہتا ہے کہ میرے حبیبؐ، مایوس نہ ہو۔ آپ دعوت دیتے رہئے دلوں کو بدلنا میرا کام ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات تو دشمن اسلام والوں سے اسلام کا کام لے لیتا ہے۔ (محمد یٰسین کراچی)

مولانا عبدالماجد، فتنۂ قادیانیت اور قارئین کے تاثرات

مولانا مدرار اللہ صاحب نے تفسیر ماجدی کا ایک اقتباس اپنی تحریر میں پیش کیا ہے (الحق ص ۵۳) جس میں دریابادی صاحب نے مرزا غلام احمد قادیانی کے متعلق لکھا ہے کہ:۔

مرزائی تو اپنے کو کھلم کھلا محمدی اور متبع کامل دین احمدی کہتے ہیں چنانچہ ان کی نبوت کو

اتباع رسول ہی قرار دیا ہے۔ کیا مرزا غلام احمد قادیانی اپنے تمام دعاوی کے باوجود
متبع دین احمدی ہی تھے۔ اگر وہ اجرائے نبوت کے قائل تھے تو دریابادی صاحب
کے مقرر کئے ہوئے معیار کے مطابق مرزا قادیانی، اجماع امت کے مطابق زندیق اور اسلامی
حکومت میں واجب القتل ٹھہرتے ہیں۔

مولانا مدرار اللہ صاحب لکھتے ہیں ——— "بہر حال مرزا قادیانی اجرائے نبوت کا قائل ہے" ——— الحق ص ۳۱
جب مرزا قادیانی اجرائے نبوت کا قائل ہے تو اس کے بارے میں یہ تاثر دینا کہ وہ متبع دین احمدی ہے، نرم گوشہ
نہیں تو اور کیا ہے — بلکہ یہ اپنے ہی قائم کردہ معیار کو نظر انداز کر کے مرزا کی صفائی پیش کرنے کی خطرناک
کوشش ہے۔ تفسیر ماجدی کے پڑھنے والے افراد، اس اقتباس سے یہی تاثر لیں گے کہ مرزا قادیانی متبع دین
احمدی تھے لاحول ولا قوۃ۔

آپ کے علم میں ہوگا۔ آپ سے زیادہ اور کسے علم ہوگا کہ جن دنوں پاکستان قومی اسمبلی میں قادیانیوں کے خلاف
ملک بھر میں چلنے والی عوامی، انٹی قادیانی تحریک کے نتیجے میں زوردار بحثیں ہو رہی تھیں اور کفر و اسلام کی
یہ آویزش قادیانیوں (اور لاہوریوں) کو غیر مسلم قرار دیے جانے پر منتج ہوئی تھی۔ انہی دریابادی صاحب نے
بھارت میں اپنے پرچے میں اس کے خلاف تھا۔ اس فیصلے کے چند ماہ بعد الحق ہی میں دریابادی صاحب کا ایک خط
شائع ہوا تھا، جو قادیانیوں کے بارے میں نرم گوشہ رکھنے (اور اجماع امت کے خلاف رائے رکھنے) کا دستاویزی
ثبوت ہے۔ آپ اس پوری تحریک سے واقف ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ سعادت بخشی کہ باقی علماء کے ساتھ ساتھ
مولانا یوسف بنوریؒ کے معاون خصوصی کی حیثیت سے آپ نے بھی اس معرکے میں بھرپور حصہ لیا۔ اگرچہ علماء
بہت پہلے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دے چکے تھے لیکن اس تحریک میں تو ہر مسلک کے علماء نے آپ حضرات کا
ساتھ دیا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ حضرات کی مساعی کو بارآور کر دیا۔ یوں قادیانیوں کے خلاف پوری صدی
کی جدوجہد اپنے منطقی انجام کو پہنچی۔ ظفر حجازی، فیصل آباد

❋ مولانا مدرار اللہ صاحب کا مضمون مولانا عبدالماجد دریابادی پڑھا۔ یہ چند سطور ان کی غلط فہمی اور
تسلی کے لئے لکھ رہا ہوں۔ حقیقتاً مولانا دریابادی سے اس معاملہ میں لغزش ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ معاف فرمائیں،
ذیل میں رسالہ "النور" ماہ ربیع الثانی ۱۳۵۲ھ تھانہ بھون کا مضمون نقل کر رہا ہوں۔

السوال - از مولوی عبدالماجد صاحب دریابادی

ایک فتوٰی کی نقل مرسل خدمت ہے اس پر علاوہ دوسرے معتبر علمار کے حضرت مولانا حسین احمد مدنی کے دستخط ثبت ہیں لیکن میں کیا عرض کروں کہ مجھے شرح صدر اب بھی نہیں شیعوں کو متبدع ۔ فاسق ۔ فاسد العقیدہ وغیرہ اور جو کچھ کہا جائے اس میں پوری طرح قائل ہوں لیکن کافر اور خارج از اسلام کہنے سے جی لرزا اٹھتا ہے ۔

الجواب ۔ یہ علامت ہے آپ کی قوت ایمانیہ کی ۔ مگر جنہوں نے فتوٰی دیا ہے اس کا منشا بھی وہی قوت ایمانیہ ہے جس کو ایمانیات کا منکر دیکھا بے ایمان کر دیا ۔

تتمۃ السوال ۔ اگر یہ گمراہ فرقہ یوں ہی خارج از اسلام ہوتا رہا تو مسلمان رہ ہی کتنے جائیں گے ۔

تتمۃ الجواب ۔ اس کا ذمہ دار کون ہے کیا خدانخواستہ اگر کسی مقام پر کثرت سے لوگ مرتد ہو جائیں اور تھوڑے ہی مسلمان رہ جائیں تو کیا اس مصلحت سے ان کو بھی کافر نہ کہا جائے گا ۔

تتمۃ السوال ۔ شیعوں سے مناکحت اگر تجربہ سے مضر ثابت ہوئی ہے تو بس تہدیداً اس کا روک دینا کافی ہے ۔

تتمۃ الجواب ۔ اس تہدید کا عنوان بجز اس کے کوئی ہے ہی نہیں ۔ غور فرمایا جائے ۔

تتمۃ السوال ۔ میرا دل تو قادیانیوں کی طرف سے ہمیشہ تاویل ہی تلاش کرتا رہتا ہے ۔

تتمۃ الجواب ۔ یہ غایت شفقت ہے ۔ لیکن اس شفقت کا انجام سیدھے سادے مسلمانوں کے حق میں عدم شفقت ہے کہ وہ اچھی طرح ان کا شکار ہوا کریں گے ۔

قاضی منظور الحق ایم ۔ اے (منڈی بہاؤالدین)

❋ گذشتہ سو سال میں علمار کرام نے ختم نبوت کے تحفظ اور مرزا قادیانی کے تعاقب میں جب بھی اجتماعی قدم اٹھایا مولانا دریابادی نے ہمیشہ اس کی مخالفت کی اور جمہور علمار کے اجماع کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنی بے بنیاد تاویل کو ملت اسلامیہ کے مجموعی مفاد کے خلاف استعمال کیا ۔ پاکستان میں قومی اسمبلی نے جب مرزائیوں کے بارے میں فیصلہ کیا تو اس وقت بھی مولانا دریابادی مرحوم نے اس متفقہ فیصلے کو قبول نہیں کیا ۔

(محمد شریف سنی سرائے سدھو خانیوال)

❋ مؤقر جریدہ "الحق"، نومبر ۸۹ء میں مولانا عبدالماجد دریابادی سے متعلق ایک بحث نظر سے گذری صفحہ ۱۵ کے تین فقرات "اس کا اثر ان کے ذہن و دماغ پر اب تک باقی ہے" "اللہ تعالیٰ محمد علی کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے اور محمد علی لاہوری کے انگریزی ترجمہ قرآن و تفسیر میں جو بولیاں بولی گئی ہیں" پر توجہ مرکوز ہو گئی ۔

——— مولانا کے اسلام لانے سے پہلے کے خیالات اور قبول اسلام لانے کا واقعہ میں نے
——— کہیں پڑھا تھا کہ مولانا حضرت تھانویؒ کی نگاہ التفات کا شکار ہوئے تھے، آپ
حضرت کے مرید ضرور تھے اس لئے بندہ ان کے بارے میں حسن ظن رکھتا ہے۔
مطلب یہ ہے کہ آیا تفسیر ماجدی (یا دوسری تالیفات جن کا مجھے قطعی علم نہیں) میں کہیں مرزائی اثرات تو موجود نہیں ہیں؟ کیا مولانا صرف قادیانیوں کے بارے میں ہی نرم گوشہ رکھتے تھے یا قادیانیوں کے خیالات کو بھی پسند فرماتے تھے؟

علامہ عبداللہ یوسف علی (مرحوم) مرزائیت (محمد علی لاہوری) سے متاثر اور عیسائیت سے متاثر و مرعوب تھے۔ راقم ان کے ترجمہ و تفسیر کے مخالفین میں سے ہے۔ میں علامہ مرحوم کے بجائے تفسیر ماجدی کا حامی ہوں۔

محمد اسلم رانا۔ ایڈیٹر ماہنامہ المذاہب لاہور

بقیہ صحبتے با اہل حق از صلا

واقعات جلد اول پر حضرت شیخ الحدیثؒ نے افتتاحیے تحریر فرمائے اور حضرتؒ کی شفقت اور دعا و توجہ سے قلیل مدت میں موصوف نہایت ہی سرعت کے ساتھ وقیع اور عظیم کتابیں لکھنے اور اقربا و اماثل میں خصوصیت و امتیاز حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

" صحبتے با اہل حق " بھی موصوف کی اپنے شیخ سے محبت و خدمت اور تحریری کاوش کا بہترین ثمرہ ہے۔ یقین ہے کہ قارئین اس کی قدر کریں گے۔ میری دلی دعا ہے کہ باری تعالیٰ مؤتمر المصنفین کی اس حقیر جد و جہد اور پیش کش کو اپنی بارگاہ صمدیت میں قبولیت اور عامۃ الناس کے نفع و افادیت کے لئے قبول فرمائے۔ صاحب افادات کے رفع درجات مرتب کے مزید علمی و دینی ترقیات اور مؤتمر المصنفین کے خدام کے لئے اجر و ثواب کا ذریعہ بنا دے۔ اور خدا کرے کہ مرتب اس سلسلہ کی دوسری جلد بھی مرتب کر کے عامۃ الخلائق کی نفع رسانی اور رشد و ہدایت کا مزید اہتمام کر سکیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ وصحبہ اجمعین

سمیع الحق

مولانا سعید احمد عنایت اللہ مکہ مکرمہ

حدودُ اللہ کا قیام
دہشت گردی کا اِنسداد

اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ حدود، اور بھیانک معاشرتی جرائم، ڈکیتی، بدکاری، شراب نوشی اور قذف وغیرہ پر جو شرعی سزائیں خالق بشر نے مقرر فرمائی ہیں وہ پوری کائنات کے لئے سراسر رحمت ہیں۔ انسانی معاشرے میں قیام امن اور بشریت کی ہر دو صنف مرد و زن کی عزت و عصمت ان کے مال و جان کی حفاظت کی ضامن ہیں۔ بلکہ انسانیت کے مقام شرافت و کرامت کی کفیل یہی حدود اللہ ہیں جن کے مبارک ثمرات کا اولین نتیجہ انسانوں کے اس دنیا میں مکمل تحفظ کی صورت میں ملتا ہے۔

ان سراپائے رحمت حدود کو دہشت گردی گردانا کفران نعمت اور صرف خدا و رسول ﷺ سے ہی بیزاری کا اعلان نہیں بلکہ انسانیت دشمنی اور قائل کے خبث باطن اور ہوا پرستی کی ظاہر دلیل ہے۔

خصوصاً مملکت خداداد پاکستان جو صرف تنفیذ شریعت اسلامیہ کے لئے معرض وجود میں آئی۔ اسی ملک میں حدود اللہ کے خلاف شر انگیزی وطن عزیز کی اساس کو ہلانا اور ارض پاک کے خلاف بغاوت کی ایک سازش ہے جس کی ابتدائی سزا یہ ہونی چاہئے کہ پاکستانی شہریت کا حامل جو شخص اسلامی شریعت کے کسی پہلو پر طعن کرے اس سے پاکستانی شناختی کارڈ چھین لیا جائے اور پھر ملت و ملک کے اس باغی کا پورا محاسبہ کیا جانا چاہئے۔

الحمد للہ کہ تاسیس پاکستان کے آغاز سے تاہنوز ہمارے عوام کی اکثریت اور ایوانوں کی غالبیت چاہے کسی جماعت سے وابستہ ہو اسلامی شریعت کی برتری پر غیر متزلزل یقین رکھتی ہے اور اپنی ملکی فلاح و بقا صرف اور صرف نظام اسلامی میں ہی جانتی ہے۔

کمی صرف اس بات کی ضرور ہے کہ مسلم قومیت کا نظریہ جس کی عملی مشق کے لئے ہندوستان تقسیم ہوا۔ اس کی عملی مشق کا موقعہ میسر نہ آسکا۔ اس کوتاہی کا ہر پاکستانی شہری کو احساس ہے۔ اور اسی قصور کا ہر ذمہ دار کو اعتراف بھی ہے مگر اسلام سے بیزاری اور بغاوت یہ عوام اور حکمران ہر دو جہت سے ناقابل معافی جرم ہے اور رہا ہے

مگر ہمارے ملک میں چند افراد پر مشتمل ایک طبقہ فکری ارتداد کا بھی شکار رہے جو مغرب کو قبلہ و کعبہ جانتے ہوئے کبھی کبھی شرعی احکام کے خلاف بیزاری کا اظہار کرنے کی جرأت کرتا ہے۔ اور حکومت کے بعض وزراء اور مشیر صاحبان بھی اسی فتنے میں ان کے شریک عمل ہو کر نظریہ پاکستان پر حملہ آور ہوتے ہیں۔ ان کا یہ عمل خدا تعالیٰ کے غضب عمومی کو دعوت دیتا ہے۔ اور دوسری طرف یہ طبقہ پاکستان کی اکثریت کی غیرت ایمانی کو چیلنج کرتا ہے۔

ملّت و ملک اور انسانیت کا دشمن یہ طبقہ جسد ملکی کے لئے وہ ناسور ہے جس کا فوری معالجہ ناگزیر ہے پاکستانی مسلم معاشرے کی پیشانی پر سے اس بدنما داغ عبس کا ازالہ ضروری ہے۔ شریعت مطہرہ کے کسی پہلو پر طعن کرنے والے اور نظریہ پاکستان کے خلاف زہر اُگلنے والے مفسد عناصر اعداء اسلام کے کارندے ہیں۔ پاکستانی عوام اور حکومت کو ان کا محاسبہ کرنا ہو گا۔ آج نہیں تو مستقبل قریب میں ان شاء اللہ۔

مذکورالصدر حضرات کی شر انگیزی کی ایک مثال پیش خدمت ہے۔

روزنامہ جنگ ۳۱ دسمبر کے شمارے میں پاکستان ویمنز رائٹس کمیٹی کراچی کے حوالہ سے تحریر ہے کہ

۱۔ بچے کی ولادت کے وقت شہریت کے فارم میں باپ کے لفظ کے ساتھ ماں کا اضافہ ہونا چاہیئے تاکہ پیدا ہوتے ہی ہر بچہ (چاہے اس کا نسب کچھ ہو) شہریت کا حق حاصل کرے۔

۲۔ عورت کا قانونِ شہادت برائے حدود میں مستثنیٰ کرنے کے قانون میں ترمیم ہونی چاہئے۔

۳۔ زنا آرڈیننس معصوم افراد کی زندگیوں میں دہشت پیدا کرتا ہے۔

یہ ہیں بحالی حقوق خواتین کی اختراعات و اقتراحات۔ جن کی تحلیل کے طور پر عرض ہے کہ ایسی تجاویز پیش کرنے والے قرآن و سنّت کی تعلیمات سے اگر بے بہرہ ہیں تو جان لیں کہ:۔

۱۔ حق تعالیٰ شانہ نے تمام بشریت کو بنی آدم کا لقب دیا اور ان کو ان کے باپ کی طرف منسوب کیا۔ قرآن حکیم نے اولاد کو باپ کی طرف منسوب کرنے کی واضح ہدایات دیتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

اُدعوھم لاٰبآءِھم ــــ اولاد کی نسبت ان کے باپوں کی طرف کرو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ الولدُ للفراشِ و للعاھر الحجر ــــ بچہ تو اپنے باپ کا ہے اور بدکار کے لئے پتھر ہیں۔

یہ معلوم رہے کہ صرف لعان کی صورت میں بچہ ماں کی طرف منسوب ہو گا کہ نکاح کے بعد خاوند اپنی منکوحہ بیوی کے حمل کا انکار کردے اور بیوی حلف کے ساتھ اسی سے حمل پر اصرار کرے اور یہ بھی کہے کہ اگر اس کا خاوند

سچا ہے تو اس (عورت) پر خدا کا غضب ہو۔ تو انکار نسب کی صورت میں بچہ ماں کی طرف منسوب ہوگا۔ اور اس ماں کا وارث بھی ہوگا۔ ایسی کوئی صورت نہیں کہ بحالی حقوق کے نام پر حرام کاری کی ترویج اور بدکاری کی اشاعت کی خاطر ایسے قانون وضع ہوں کہ شرم و حیا کا جنازہ نکل جائے۔

۲۔ یہ بھی جاننا ضروری ہے کہ شہادت ایک مقدس خدائی فریضہ اور عظیم قومی امانت ہے۔ بعض احوال میں خدا تعالیٰ نے صنف نازک پر رحم کرتے ہوئے عورتوں کو اس تحمل سے اور کچھ دیگر حالات میں بعض اہم فرائض سے رخصتیں دے رکھی ہیں۔ خواتین کو مولائے کریم کا شکر گذار ہونا چاہیئے۔ عورت کی فطری ضعف کی شریعت میں کتنی رعایت رکھی گئی۔ نہ یہ کہ کفران نعمت کے طور پر عورت کا اصرار ہو کہ وہ ضرور اس بوجھ کو اٹھائے گی یہ عین رحمت الٰہی ہے کہ عورت کو امامت صغریٰ اور امامت کبریٰ کے تحمل سے بھی مستثنیٰ قرار دیا۔

۳۔ اسی طرح اسلامی حدود پر غور کریں کہ بدکار کو کوڑے لگانا یا سنگساری، چور کا ہاتھ کاٹنا۔ ڈاکو کا ہاتھ اور پاؤں بھی کاٹ دینا یا قتل کرنا۔ قاتل کی گردن اتار پھینکنا یہ سب وحشت کے خلاف مبارک جہاد ہے اور جرائم کے انسداد کا ایسا سہل نسخہ جسے حکیم مطلق نے فطرت انسانی کے عین مطابق تجویز فرمایا۔ تاکہ یہ حدود مفسد عنصر کا قلع قمع کر کے پرامن معاشرے کی تخلیق کرنے میں مدد دے سکیں۔ جس سے مظلوم کی دادرسی ہوتی ہے۔ مجرمین کے لئے مقام عبرت اور شریروں کو ان کے شر سے باز رکھ کر پرامن انسانوں کی خدمت اور برکات خداوندی کو حاصل کیا جاتا ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کسی حد کے نفاذ کی برکات چالیس سال کی بارش سے بھی بڑھ کر ہیں۔

تو مفسد عنصر کا قلع قمع انسانی معاشرے کے ساتھ عین رحمت ہے۔ جس طرح کہ فاسد عضو کو مریض پر شفقت اور کمال رحمت کے تقاضے سے کاٹ کر بقیہ جسد کو مامون و محفوظ بنایا جائے۔ اس میں کسی کی حق تلفی کیسے ہے نہ مردوں کی نہ عورتوں کی۔ بلکہ اقامت حدود میں تو صاحب حق کو اس کے حق کے دلانے کا تحفظ ہے۔

البتہ خدائی ضوابط کو مورد طعن ٹھہرانا اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو خالق کے سراپا رحمت نظام حیات سے محروم رکھنا یہ خالق اور مخلوق دونوں کی حق تلفی ہے۔ اور دوہرا ظلم ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الظالمون۔

جو خدا تعالیٰ کے نازل کردہ نظام حکومت کا نفاذ نہیں کرتے ظالم ہیں کیونکہ خدا تعالیٰ کے حق اطاعت میں کوتاہی کر کے مخلوق کو اس کی رحمت سے محروم کر کے۔ یہ ظالم اپنی ڈھٹائی سے خدا تعالیٰ کے نزدیک فاسق

بھی بن جاتے ہیں۔ ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الفاسقون۔

اور شریعت مطہرہ کے نظام کو غیر صالح سمجھ کر منکر ہو جانے پر یہ کافر بھی گردانے جاتے ہیں۔

ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الکافرون۔ (سورۃ المائدہ ٥)

انسان کے وضعی قوانین میں نقص اور خالق انسان کے وضع کردہ نظام میں کمال اور جامعیت بالکل اسی طرح بدیہی ہے جیسے کہ خالق و مخلوق میں فرق۔ نہ سمجھیں تو دونوں نظاموں میں تقابل کر لیں۔

بشری قوانین کی قیام امن میں عدم صلاحیت جاننے کے لئے اقوام عالم میں سب سے ترقی یافتہ ملک امریکہ کو دیکھ لیں کہ اعلیٰ اور جدید ترین مالی وسائل کی کثرت کے باوجود بدامنی اور اخلاقی گراوٹ میں اسفل السافلین کی حالت میں ہے۔ عفت و پاکدامنی کا تصور معدوم۔ دن دہاڑے قتل و غارت اور ڈکیتیاں معمولِ زندگی۔ کوئی شخص نقدی لے کر جیب میں چلنے کو یوں ہی سمجھتا ہے کہ ایٹم بم ہے جو کسی بھی وقت پھٹ سکتا ہے۔

جرائم کی کثرت سے مجرموں کے لئے بنائی گئی جیلوں میں گنجائش نہیں رہی تو اب بحری جہازوں میں بند کر کے انہیں کھلے سمندر میں کھڑا کر دیتے ہیں۔

اس کے مقابل میں اسلام کے نظام حکومت اور اس کی حدود کے قیام سے پرامن معاشرے کا صدیوں تک انسانوں نے تجربہ کیا اور آج بھی جن ممالک اسلامیہ میں شرعی سزائیں قائم کی جاتی ہیں ان میں امن عامہ کی حالت مشرق و مغرب میں قابل رشک ہے کاش کہ ہم بھی پاکستان میں تنفیذ شریعت کی عملی مشق کر کے اغیار کے لئے قابل تقلید بنتے۔ مگر پاکستانی معاشرے کے بعض افراد جو مادر پدر آزادی کے قائل ہیں اسلامی نظام کے خلاف ہمارے معززمعاشرے کے شرف و کرامت اور عفت کو ہم سے چھیننا چاہتے ہیں چاہئیے تو یہ تھا کہ ہم اپنے مغربی آقاؤں کی حالت سے عبرت پکڑتے اور ان کی حالتِ زار پر رحم کے طور پر اور حق نمک خواری کی ادائیگی ان کو اسلام کے جامع نظام حکومت کو اختیار کرنے کی دعوت دے کر ان پر احسان کرتے مگر کتنی بے حیائی اور باطل پر ڈھٹائی ہے کہ یہ لوگ الٹا بحالئ حقوق کے نام سے شریعت مطہرہ کے خلاف ہرزہ سرائی کریں۔ نہ خدا کا خوف مانع ہو نہ مسلم اکثریت کے غیظ و غضب کا ڈر۔ نہ حکومت کی طرف سے محاسبہ کی فکر۔ اور نہ خود حکومت کو احساس محاسبہ۔

ارباب سیاست و حکومت کا فریضہ ہے کہ فکری ارتداد کے حامل، وطن اور ملت کے ان غداروں کا شدید حساب لے ورنہ پاک وطن کے غیور مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ ان کے محلوں، گلی کوچوں ان کے گھروں اور دفتروں میں ان کا تعاقب کریں ٭

مولانا عبدالقیوم حقانی

تعارف وتبصرۂ کتب
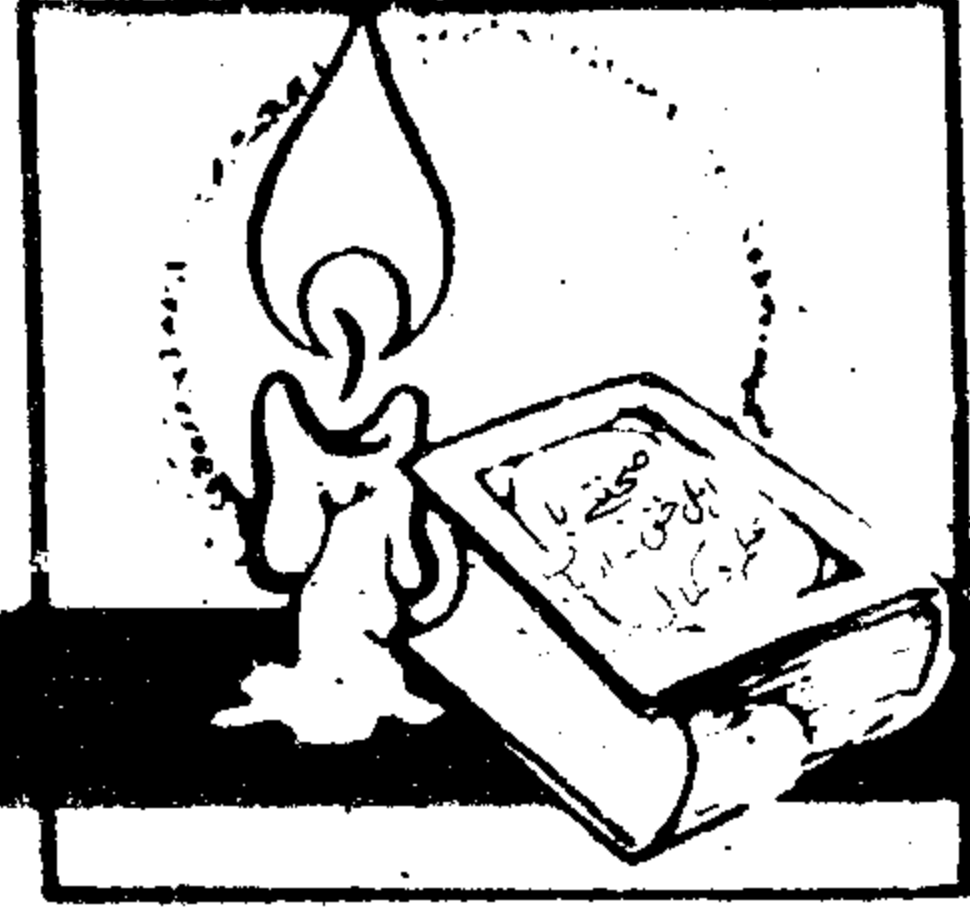
درر الاصداف فی تفسیر سورۃ الاعراف | مؤلف: حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی مدظلہ

صفحات ۲۵۶ ۔قیمت ۶۰ روپے ۔ ناشر: قاضی محمد ابراہیم الحسینی الحقانی ، دارالارشاد ، مدنی روڈ اٹک شہر

حضرت العلامہ مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی، شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کے خلیفہ اجل اور شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے تلمیذ خاص ہیں۔ اکابر علماء دیوبند کے مسلک اعتدال کے ترجمان اور دینی خدمات اور تصنیفی اور علمی اعتبار سے معروف سکالر اور بیسیوں کتابوں کے مصنف ہیں۔ موصوف کے سلسلہ تصنیف میں سب سے زیادہ دلچسپ اور نافع الخلائق قرآن حکیم کی مختصر مگر جامع اور آسان تفسیر ہے۔ حضرت شیخ الہندؒ نے مالٹا کی تنہائیوں میں اتحاد امت اور غلبہ دین کے لئے درس قرآن کا جو نسخہ امت کے لئے تجویز کیا تھا آسان تفسیر گویا ان کی خواہش کی تکمیل اور قرآنی ہدایت کی آسان تبلیغ و تذکیر ہے۔ پیش نظر جلد میں مکمل سورۃ اعراف کی تفسیر ہے جس کا کچھ حصہ مسجد نبویؐ میں صفہ مبارکہ اور کچھ حصہ "روضۃ من ریاض الجنۃ" میں لکھا گیا اور کچھ حصہ حرم کعبہ میں میزاب رحمت کے سایہ رحمت میں بیٹھ کر لکھا گیا۔ لفظی ترجمہ میں شاہ عبدالقادرؒ اور شاہ رفیع الدینؒ کے ترجمہ اور ربط و مناسبت میں شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ کے حواشی سے بھرپور استفادہ کیا گیا ہے۔ فوائد میں تفسیر القرآن بالقرآن کو خصوصیت سے ترجیح دی گئی ہے۔ بعض علمی اور لغوی فوائد کو آسان اور دلنشین پیرائے میں بیان کیا گیا ہے۔ سورۃ کے شروع میں اس کی خصوصیات بھی بیان کی گئی ہیں۔ اس تفسیر کی روح قرآن کے تذکیری پہلو اور ناصحانہ اور ہدایت کے مضامین کی مؤثر ترجمانی ہے۔ کتابت وطباعت عمدہ اور رہبت معقول ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ (حیات و سیرت) | تصنیف ۔ ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہان پوری۔ ناشر: ادارہ تصنیف و تحقیق پاکستان کراچی ۷۵۸۰۰ ۔ صفحات ۱۱۶ ۔ قیمت ۳۰ روپے۔

"تاریخ اسلام کے نامور عالم دین، محدث، محقق اسلامیات شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ پر اردو میں لکھی کچھ کم ذخیرہ نہیں۔ اب تک ان پر چھوٹی بڑی تقریباً بارہ کتابیں چھپ چکی ہیں۔ ان کی کتب و رسائل کی تعداد بلاشبہ سینکڑوں تک جا پہنچی ہو گی۔ اب شاید کوئی اردو خواں شخص جو تاریخ اسلام اور اسلامیات کا ذوق رکھتا ہو حضرت امام ابن تیمیہؒ کے نام سے ناواقف نہیں ہو سکتا۔

ڈاکٹر ابو سلمان کو حضرت شیخ الاسلام سے خاص عقیدت ہے اور یہ اسی عقیدت کا کرشمہ ہے کہ ان پر ایک خوبصورت تصنیف ان کے قلم سے وجود میں آگئی۔ اس کتاب میں فاضل مصنف نے امام ابن تیمیہؒ کے سوانح حیات، سیرت مبارکہ اور علمی و عملی کارناموں کا تعارف کرایا ہے اور حضرت ابن تیمیہؒ پر اب تک اردو میں جو علمی و تحقیقی تعارفی کام ہوئے ہیں پر تنقیدی نظر ڈالی ہے۔

ترتیب و تدوین مناسب ہے۔ زبان رواں اور شستہ اور اسلوب تحریر دلکش ہے۔ سفید کاغذ، کتابت و طباعت اچھی، جلد اور رنگین گرد پوش کی ظاہری خوبیاں اس کے علاوہ ہیں۔

ملفوظات محدث کشمیری | مرتب۔ مولانا سید احمد رضا بجنوری۔ صفحات ۴۲۴۔ قیمت درج نہیں۔
ناشر۔ اشرف اکیڈمی۔ جامعہ اشرفیہ، نیلا گنبد۔ لاہور

علامہ انور شاہ کشمیریؒ ایک عظیم محدث، فقیہ، متون و شروح کے حافظ تھے۔ علمی پایہ ان کا بہت بلند تھا۔ انہوں نے بعض وہ احادیث بھی ذخیرہ حدیث سے ڈھونڈلیں جو بدر عینی، ابن ہمام اور زیلعی کے ہاتھ بھی نہیں لگی تھیں آپ جب دارالعلوم دیوبند سے ڈابھیل منتقل ہوئے تو یہاں بھی آپ کی نشست و برخاست، رفتار و گفتار، مجلس عام و خاص، درس و درسگاہ، وعظ و تقریر ہر ایک میں کتب خانۂ علم کھلتا تھا۔ کاروان علم کے قافلہ سالار علامہ انور شاہ کشمیری نے ڈابھیل کی پرسکون فضا میں بھی علمی مجالس آراستہ کیں۔ اسی زمانہ کے ملفوظات، افادات اور ارشادات کا نادر خزانہ مولانا سید احمد رضا بجنوری نے حسن ترتیب اور سلیقہ مندی سے جمع کر کے نذر امت کر دیا ہے۔ تفسیر و حدیث، فقہ و کلام، تاریخ و تذکرہ، دعوت و ارشاد، تصوف و احسان غرض ہمہ پہلو ارباب ذوق کی تشنگی کے لئے وافر اسباب اور علمی و روحانی سامان جمع کر دیا گیا ہے۔ اشرف اکیڈمی نے عمدہ طباعت ٹہیں اور مضبوط جلد بندی کے ساتھ اس شاہکار کو زیور طباعت سے آراستہ کر کے خدمت و اشاعت علم کا مبارک اقدام کیا ہے۔ یقین ہے کہ ارباب ذوق اس کی قدر کریں گے۔

اُس کے ماتھے کا پسینہ خشک ہونے بھی نہ پائے
آپ محنت کا صلہ دے دیجئے مزدور کو
کاش ہر آجر کے ہو پیشِ نظر قولِ رسولؐ
حرفِ آخر مان لے دنیا اسی دستور کو
ہو رسولؐ اللہ کا کردار اگر خضرِ حیات
خود ہی آدابِ حیات آجائیں گے جمہور کو
PAKISTAN TOBACCO
PTC
COMPANY LIMITED

پیلو کی بازیافت
مِسواک سے
ہمدرد پیلو ٹوتھ پیسٹ تک
• پیلو کے مؤثر اور مجرّب اجزاء پر مشتمل ایک مکمل طبی ٹوتھ پیسٹ پیش کر کے ہمدرد نے حفظِ دنداں کی دنیا میں بھی اوّلیت حاصل کر لی ہے۔
پیلو صدیوں سے دانتوں کی صفائی اور مسوڑھوں کی مضبوطی کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے۔ ہمدرد کی تحقیقِ جدید نے پیلو کے ان افادی اجزاء اور دوسری مجرّب جڑی بوٹیوں سے ایک جامع فارمولے کے مطابق ہمدرد پیلو ٹوتھ پیسٹ تیار کیا جو پوری طرح دانتوں اور مسوڑھوں کی حفاظت کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔
ہمدرد
پیلو ٹوتھ پیسٹ
ہمدرد
ہم خدمتِ خلق کرتے ہیں
پیلو کے اوصاف مسوڑھے مضبوط، دانت صاف
Hamdard
PEELU TO
ہمدرد
آواز اخلاق
پاکستان سے محبت کرو۔ پاکستان کی تعمیر کرو
rts-HTP-3/85

جامع مسجد قدیم دارالعلوم حقانیہ جہاں شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد سے مرکز علم دارالعلوم حقانیہ کا آغاز ہوا تھا۔ جو تاریخی اعتبار سے دارالعلوم کے ہزاروں علماء و فضلاء، مجاہدین، محدثین کی اولین درسگاہ اور اسی طرح افغانستان کے معرکہ کارزار کے صف اول کے مجاہدین مولانا محمد یونس خالص، مولانا احسان اللہ حقانی شہید اور مولانا جلال الدین حقانی کی تعلیم گاہ اور تربیت کی جگہ رہ چکی ہے۔ جس میں خود قائد شریعت حضرت شیخ الحدیث ساری زندگی امامت و خطابت اور درس قرآن دیتے رہے۔

دعوات حق دونوں جلدوں کے زیادہ تر خطبات جمعہ یہیں ارشاد فرمائے گئے۔ یہ مسجد صرف مسجد ہی نہیں بلکہ مرکز علم ہونے کی وجہ سے پوری ملت کے لئے تاریخی اثاثہ ہے۔ قدامت اور دیواروں کے بوسیدہ ہو جانے کی وجہ سے خود حضرت شیخ الحدیث نے اپنی زندگی ہی میں اس کی تعمیر نو کا منصوبہ بنایا اور اس سلسلہ میں عملی کام بھی شروع کر دیا تھا۔ اور اپنی حیات مبارکہ میں اس کو گرا کر کام شروع کر دیا تھا کہ پیغام اجل سے وفات کی۔

حضرت کی وفات کے بعد ان کے دیگر کاموں کی طرح مسجد شیخ الحدیث کی تعمیر کا کام بھی بدستور جاری رکھا گیا ہے۔ مگر گرانی اور مہنگائی کے اس دور میں سب سے مشکل کام تعمیرات کا ہے۔ لہٰذا حضرت شیخ الحدیث کے متعلقین و متوسلین، دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء و محبین اور فضلاء دارالعلوم حقانیہ اور عامۃ المسلمین سے اپیل ہے کہ اس مسجد کی تعمیر نو میں بھرپور حصہ لیں۔ اور ہر ممکن تعاون فرما کر اجر دارین حاصل کریں۔

ترسیل زر کا پتہ

مولانا حافظ انوار الحق۔ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک پشاور

REGD. NO. P.90

AL-HAQ
مطبوعات موتمر المصنفین
موتمر المصنفین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع پشاور۔ پاکستان